جلد ۵ — مئی ۱۹۶۴ء — شمارہ ۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

# ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ۶ روپے — فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

# انصار اللہ

مئی سنہ ۱۹۶۴ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے // فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

# فہرست مضامین



طابع و ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"

دار الصدر جنوبی، ربوہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۸

۱۵ مئی ۱۹۶۴ء

# انسان کی سب سے زیادہ بیش قیمت متاع

## دولتِ ایمان اور اُس کی حفاظت کا قرآنی طریق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی کامیابیوں، فوز و فلاح، اجر و ثواب اور افضال و انعامات کو مومنوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ مومن بھی وہ جو تصدیق باللسان اور تصدیق بالقلب کے بعد اعمالِ صالحہ بجا لانے والے ہوں یعنی جن کے قول اور فعل میں باہم مطابقت پائی جاتی ہو اور جو اپنے مومن ہونے کا ثبوت محض زبان سے نہیں بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ اپنے عمل سے بھی بہم پہنچاتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فوز و فلاح، اجر و ثواب اور افضال و انعامات کا مختلف پیرائے میں بار بار اور بہ تکرار ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کی خوش بختی و خوش نصیبی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ وَيَعۡمَلۡ صَالِحًا يُّكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۝ (التغابن آیت ۱۰)

اور جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے اور اسکے مطابق عمل کرتا ہے اللہ بھی اُس کی بدیوں کو ڈھانپ دیتا ہے اور اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے اُن میں رہتے چلے جائیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

کہیں باور کراتا ہے وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۣالْحُسْنٰى (کہف آیت ۸۹). یعنی جو ایمان لائے گا اور نیک اور مناسبِ حال عمل کرے گا اُس کے لئے خدا تعالیٰ کے ہاں اُس کے اعمال کے بدلہ میں اچھا انجام مقدّر ہے۔ کہیں اُنہیں بشارت دیتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ٥ (الرعد آیت ۳۰) یعنی جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور انہوں نے نیک اور مناسبِ حال عمل کئے ہیں اُن کے لئے بڑی قابلِ رشک حالت اور بہترین واپسی کی جگہ مقدر ہے۔ کہیں مغفرت اور اجرِ کبیر کی ضمانت دیتے ہوئے فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ٥ (فاطر آیت ۸) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ایمان کے مطابق انہوں نے کام بھی کئے اُن کے حصہ میں بخشش اور بہت بڑا انعام ہے۔ کہیں اُنہیں یہ تسلّی دیتے ہوئے کہ انہیں اجر ہی نہیں ملے گا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اُن پر فضل کیا جائے گا فرماتا ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ (النساء آیت ۱۷۴) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انہیں وہ اُن کے پُورے پُورے بدلے دیگا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے فضل سے انہیں اور بھی زیادہ دیگا۔ کہیں اُن کو بے انداز اجر سے نوازنے کی خوشخبری دے کر اُن کے دلوں کو اِن الفاظ سے شاد کام کرتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ٥ (انشقاق آیت ۲۶) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے مناسبِ حال عمل کئے انہیں ایک نہ ختم ہونے والا نیک اجر ملنے والا ہے —— الغرض قرآنِ مجید ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کے لئے عظیم الشان کامیابیوں، فوز و فلاح، بے انداز اجر و ثواب، اور غیر معمولی افضال و انعامات کے وعدوں، بشارتوں اور تسلّیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس مضمون کی آیات قرآنِ کریم میں اِس کثرت اور تواتر سے ملتی ہیں کہ ان سب کا ایک مختصر سے مضمون میں احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ اور اِن جیسی دوسری بے شمار آیات اِس امر پر دال ہیں کہ انسان کی زندگی میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جہاں اِن سے متّصف ہو کر انسان خدا تعالیٰ کے بے انداز افضال و انعامات کا مورد بن سکتا ہے وہاں ان سے رُوگردانی اور محرومی انسان کو خسرانِ مبین میں مبتلا کرنے کا موجب بنتی ہے۔

---

یہ تو درست ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہی اجر و ثواب اور درجات و انعامات مترتّب ہوتے ہیں لیکن قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ بے انداز اجر و ثواب اور رفیع الشان درجات و انعامات کا مورد بننے کے لئے کسی انسان کا محض ایمان لے آنا اور نیک اعمال بجا لانا ہی کافی

نہیں ہے۔ یہ اُسی وقت کسی انسان کو ملتے ہیں جب وہ اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ کو ایک خاص معیار پر پہنچا دیتا ہے۔ اگر ہر ایمان لانے والا جو بظاہر نیک اعمال بھی بجا لاتا ہو عند اللہ اِس بات کا مستحق ہوتا کہ وہ بے اندازہ اجر و ثواب اور افضال و انعامات سے نوازا جائے تو وہ کبھی یہ نہ فرماتا کہ حقیقی مومن اور حقیقی نیکوکار تھوڑے ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا:۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ
مَّا هُمْ ؕ (صٓ آیت ۲۵)

اور بہت سے ساتھی ایسے ہوتے ہیں جو ایکدوسرے پر ظلم کرتے ہیں سوائے مومنوں کے اور اُن کے جو ایمان کے مطابق عمل کرتے ہیں اور وہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

یہ واضح کرنے کے علاوہ کہ حقیقی مومن اور حقیقی نیکوکار تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے علیحدہ علیحدہ ایسے لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جو ایمان تو لے آتے ہیں لیکن وہ صرف نام کے ہی مومن ہوتے ہیں یا جو ایمان لانے کے بعد نیک اعمال تو بجا لاتے ہیں لیکن کسی نہ کسی لغزش کی وجہ سے اپنے نیک اعمال کو برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ دونوں قسم کے لوگ عرفِ عام میں مومن اور نیکوکار کہلانے کے باوجود عند اللہ کسی اجر و ثواب یا فوزِ عظیم کے مستحق نہیں رہتے۔ چنانچہ جہاں تک نام کے مومنوں کا تعلق ہے اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ
تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ
قُلُوْبِكُمْ ؕ

(الحجرات آیت ۱۵)

اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ تو اُن سے کہدے کہ تم حقیقۃً ایمان نہیں لائے البتہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے ظاہری طور پر فرمانبرداری قبول کر لی ہے کیونکہ (اے اعراب) ابھی ایمان حقیقۃً تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کے اعمالِ صالحہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتے۔ ایمان لانے اور نیک اعمال بجا لانے کے باوجود کسی نہ کسی لغزش کی وجہ سے اُن کے اعمال اِسی طرح برباد ہو جاتے ہیں جس طرح سرے سے ایمان نہ لانیوالوں کے اعمال اکارت ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ ایسے ظاہری مومنوں (یعنی منافقوں) کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعمال دنیا کے متعلق بھی اور آخرت کے متعلق بھی ضائع ہو گئے

اَلْخٰسِرُوْنَ ۝ (التوبہ آیت ۶۹) اور یہی لوگ یقیناً خسارہ پانیوالے ہیں۔

یہ آیات صاف اِس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ اجر و ثواب اور فوز و فلاح کے حصول کے لئے نہ تو محض ایمان لانا کافی ہے اور نہ ایمان لانے کے بعد محض نیک اعمال بجا لانے سے ایک مومن افضال و انعامات کا مورد بن سکتا ہے بلکہ اس کے لئے ایمان اور اعمالِ صالحہ کا ایک خاص معیار پر ہونا ضروری ہے۔

---

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اجر و ثواب اور انعامات و افضال کا مورد بننے کے لئے ایمان اور اعمالِ صالحہ کا ایک خاص معیار پر ہونا ضروری ہے تو وہ معیار ہے کیا؟ سو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح فرمایا ہے کہ ایمان کا اتنا پختہ ہونا اور اعمالِ صالحہ کا ایسی نہج پر ہونا ضروری ہے کہ مصیبت اور آزمائش کے وقت ایمان کا دعویٰ کرنے والا اپنے حقیقی مومن ہونے کا ثبوت دے سکے۔ اُس وقت وہ ایمان کا مظاہرہ کرنے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے میں کسی بات حتّٰی کہ جان کی بھی پرواہ نہ کرے۔ اُس نے واضح فرمایا ہے کہ ہم حقیقی طور پر ایمان لانے والوں اور محض ظاہری طور پر ایمان لانے والوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے انہیں آزمائش میں ضرور ڈالتے ہیں اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو پھر سچوں اور جھوٹوں میں کوئی تمیز ہی باقی نہ رہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ | کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کا یہ کہہ دینا کہ |
| يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ | ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہوگا اور وہ چھوڑ دیئے جائینگے |
| وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ | اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ جو لوگ ان سے |
| فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا | پہلے گزر چکے ہیں ان کو ہم نے آزمایا تھا سو (اب بھی) اللہ |
| وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ | ظاہر کر دیگا ان کو جو (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں۔ |
| (العنکبوت آیت ۳،۴) | اور انکو جو اپنے دعویٰ ایمان میں) جھوٹے ہیں۔ |

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی ایمان اور اعمالِ صالحہ کا معیار بتانے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اُس نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ معیار کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اُس نے واضح فرمایا ہے کہ ایمان میں اتنی پختگی اور اعمالِ صالحہ میں ایسی مداومت اور تعہّد کی کیفیت کہ انسان مصیبت اور آزمائش کے وقت میں بھی ثابت قدم رہے اور اُس کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئے تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ تقویٰ اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے اور مومنوں کو اِس کی بار بار تلقین فرمائی ہے۔ چونکہ کوئی مسلمان بھی متقی بنے بغیر سچا مومن نہیں بن سکتا اِس لئے اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے تاکید کے رنگ میں فرماتا ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (المائدہ آیت ۵۸)

اگر تم مومن ہو تو (اِس کا لازمی اقتضاء یہ ہے کہ) تقویٰ اختیار کرو۔

اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان حقیقی معنوں میں مومن بن ہی نہیں سکتا اور اپنے دعویٰ ایمان میں سچا ٹھہر ہی نہیں سکتا تا وقتیکہ وہ تقویٰ اختیار نہ کرے۔ تقویٰ حقیقی ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ اِس کے بغیر ایمان اپنے حقیقی معنوں کی رُو سے ایمان کہلا ہی نہیں سکتا۔ وہ ایمان اور وہ اعمالِ صالحہ جن کے نتیجہ میں اجر و ثواب اور فوز و فلاح کا حصول ممکن ہوتا ہے فی الاصل تقویٰ سے ہی عبارت ہوتا ہے۔ تقویٰ کے بغیر اس کا تصوّر ہی ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے صرف تقویٰ اختیار کرنے کی عمومی تلقین پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ایک دفعہ ایمان لانے کے بعد تقویٰ اور ایمان میں برابر ترقی کرتا چلا جائے یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ کسی قسم کی نافرمانی اور بے راہ روی کے ارتکاب کا امکان ہی باقی نہ رہے اُسنے بار بار ایمان لانے اور بار بار تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کر کے ایمان اور تقویٰ میں درجہ بدرجہ ترقی کرتے چلے جانے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ مومنوں کو حلال چیزیں کھانے اور حرام چیزوں سے مجتنب رہنے کی تلقین کرنے کے بعد فرماتا ہے:۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدہ آیت ۹۴)

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیز انہوں نے نیک کام کئے ہیں (۱) جب وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں (۲) پھر تقویٰ میں اور ترقی کریں اور ایمان لائیں (۳) پھر تقویٰ میں مزید ترقی کریں اور احسان کریں۔ تو جو کچھ بھی وہ کھائیں اُس پر انہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اللہ احسان کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ میں ترقی کے تین مدارج بیان کئے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ بجا لانے والا ایک مومن تقویٰ اختیار کرے پھر ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ تقویٰ اور ایمان میں مزید ترقی کرے، یہ مزید ترقی اسے ایسے مقام پر پہنچا دے گی کہ تقویٰ اور ایمان کے نتیجہ میں نیک اعمال طبعی تقاضہ کے طور پر خود بخود صادر ہونے لگیں گے۔ تیسرا اور آخری درجہ یہ ہے کہ وہ تقویٰ میں اور زیادہ ترقی کر کے ایمان اور اعمالِ صالحہ بجا لانے میں احسان کے مقام پر فائز ہو جائے یعنی اعمالِ صالحہ بجا لانے میں صرف اپنا ہی فائدہ مدِّنظر نہ رکھے بلکہ دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی بھی اس کے

پیشِ نظر ہو۔ اس مقام پر پہنچنے کے بعد وہ خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ جو اس مقام کو حاصل کر لے اُسے خدا تعالیٰ اجازت دیتا ہے کہ وہ جو چاہے کھائے پیئے اُس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ یہ اجازت اس لئے دی کہ اس مقام پر پہنچنے کے بعد اُس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ وہ حدود اللہ کو توڑنے کا خیال بھی دل میں لا سکے۔ اس اجازت کا مطلب ہی یہ ہے کہ دنیا لاکھ ترغیب دے اور بڑی سے بڑی مصیبت بھی سر پر بن جائے وہ حرام چیزوں کے قریب بھی نہ پھٹکے گا۔ شیطان کا کوئی حیلہ اُس پر نہ چل سکے گا۔ بڑی سے بڑی آزمائش اور کڑے سے کڑا امتحان اور ہولناک سے ہولناک مصیبت بھی اُس کے ایمان میں کوئی لغزش اور اعمالِ صالحہ کے تعہّد میں کوئی رخنہ نہ ڈال سکے گی۔ اصل اور حقیقی ایمان ایسے ہی تقویٰ شعار اور نیکوکار مومنوں کو حاصل ہوتا ہے اور یہی وہ ایمان ہے جو ایسے تقویٰ شعار اور نیکوکار مومنوں کو عنداللہ بے حساب اجر و ثواب، افضال و انعامات اور فوز و فلاحِ عظیم کا مستحق بناتا ہے۔ چونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جو ایمان اور اعمالِ صالحہ کو جِلا دیکر مومن کو خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت میں لے آتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ ایسے مومنوں کو جو متقی بھی ہوں اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اُن کی عبادتیں، اُن کی قربانیاں، اُن کی دعائیں، اُن کی خدمات، الغرض اُن کے جملہ اعمال ضرور قبول کئے جائیں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (مائدہ آیت ۲۸)

اللہ تعالیٰ صرف متقیوں کا ایمان اور اُن کے اعمال قبول کیا کرتا ہے۔

اس سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے اور اس میں شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ قرآنِ مجید میں جہاں جہاں بھی ایمان اور اعمالِ صالحہ کے بدلہ میں اجر و ثواب اور فوز و فلاح کا وعدہ دیا گیا ہے وہ تقویٰ کی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر ایمان اور ہر عمل صالح خدا کے ہاں مقبول ٹھہرے۔ وہی ایمان اور وہی عمل صالح مقبول ہوتا ہے جو تقویٰ کے مقام پر فائز ہو کر کیا جائے۔ جن لوگوں کو تقویٰ کا کوئی مقام حاصل نہیں ہوتا یا جن کا تقویٰ ابھی خام ہوتا ہے وہ خطرہ کے مقام پر ہوتے ہیں۔ ہر آن اس امر کا ڈر ہوتا ہے کہ ذراسی لغزش بھی اُن کے ایمان اور اُن کے اعمال کو برباد کر کے نہ رکھ دے اور وہ خسارہ پانے والوں میں شمار نہ ہونے لگیں۔

---

جب قرآنِ مجید کی رُو سے یہ بات واضح ہے کہ اجر و ثواب، افضال و انعامات اور فوز و فلاح کے وارث وہی صاحبِ ایمان اور نیکوکار مسلمان ہوتے ہیں جو متقی ہوں یعنی جن کا ایمان اتنا پختہ اور جن کے اعمالِ صالحہ کا معیار اتنا بلند ہو کہ امتحان اور آزمائش کے وقت اُن کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آ سکے اور

جبکہ قرآنِ مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہر مسلمان کی آزمائش ضرور ہوتی ہے اور بار بار ہوتی ہے تو پھر مومن کے لئے ضروری اور اشد ضروری ہے کہ وہ ہر آن چوکس رہے اور اِس بات کی نگرانی کرتا رہے کہ کہیں اس کا ایمان ضائع ہو کر اُس کے اعمال حبط نہ ہو جائیں اور وہ ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے کے باوجود خسارہ پانے والوں میں شمار نہ کیا جائے تسلّی اور اطمینان کی ایک ہی صورت ہے کہ انسان ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے کے ساتھ ساتھ متّقی بننے کی کوشش کرے اور تقویٰ میں ترقی کرتے کرتے اُس مقام پر پہنچ جائے کہ عند اللہ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا کا مصداق قرار پا سکے۔ یعنی اُس مقام کو حاصل کرلے کہ جہاں شیطان کے کسی بھی حیلے کے کارگر ہونے کا امکان باقی نہیں رہتا۔ اِس سے ورے ورے ہر شخص کے لئے ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجا لانے کے باوجود پھسلنے کا امکان موجود ہوتا ہے اور اس کی روحانیت کو کسی نہ کسی جہت سے خطرہ لاحق رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں بعض لوگ ایسے دیکھنے میں آتے ہیں کہ بظاہر اُن کا ایمان بہت پختہ، اُن کے اعمال بہت قابلِ ستائش اور اُن کی خدمات کا ریکارڈ بہت شاندار ہوتا ہے اور پھر وہ ہوتے بھی ہیں بہت لائق فائق، ذی علم و ذی عقل، صاحبِ دولت و ثروت اور صاحبِ اثر و رسوخ، لیکن اِس کے باوجود وہ ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور ٹھوکر بھی ایسی کہ تحت الثریٰ میں پہنچ کر ہی دم لیتے ہیں۔ شیطان اُن کی عقل، اُن کے علم، اُن کی ثروت اور اُن کے اثر و رسوخ کو ہی اُن کے لئے ٹھوکر کا موجب بنا دیتا ہے۔ اُن میں ایک قسم کا غرور، کبر و نخوت، عُجب و پندار اور اپنی رائے پر اصرار کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو بدظنی کی آڑ میں بڑھتے بڑھتے اعتراضات اور ناواجب نکتہ چینیوں کی شکل میں بہہ نکلتا ہے۔ حتّٰی کہ وہ ایمان گنوا بیٹھتے ہیں اور اُن کے نیک اعمال جن کی وجہ سے وہ معزز سمجھے جاتے ہیں اور اُن کی خدمات جن کی وجہ سے اُن کی تعریف کی جاتی ہے سب اکارت ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اگر ایسے لوگ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ تقویٰ میں بھی ترقی کرتے اور اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (اعراف آیت ۲۰۲) پر وہ عامل ہوتے تو یقیناً شیطان کا وار خالی جاتا کیونکہ شیطان کی طرف سے آنے والا کوئی خیال جونہی انہیں محسوس ہوتا وہ فوراً ہوشیار ہو جاتے اور اُن کی آنکھیں کھل جاتیں اور وہ جان لیتے کہ شیطان ہمیں جادۂ مستقیم سے ہٹا کر گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ کبھی گمراہ نہ ہوتے۔

ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ علاج بتایا ہے کہ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی عقل کی پیروی کرنے اور اپنی رائے پر اصرار کرنے کی بجائے خدا، رسولؐ اور اولوا الامر کی اطاعت کو لازم پکڑیں۔ خدا، رسولؐ اور اولوا الامر کی طرف سے انہیں جو حکم بھی ملے خواہ وہ اُن کی طبیعت کے کتنا ہی خلاف ہو، اُن کی عقل اُسے کتنا ہی

دیتی ہو، اُن کی اپنی رائے اُس سے کتنی ہی اُلٹ ہو وہ بلا چون و چرا اطاعت کرتے چلے جائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ ان تمام خندقوں سے بچائے جائیں گے جو شیطان نے اُن کے لئے تیار کی ہونگی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تقویٰ میں ترقی کرنے لگیں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے :۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا۔

(المائدہ آیت ۹۳)

تم اللہ کی بھی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور ہوشیار رہتے ہوئے ڈرتے رہو (کہ کہیں ایسا نہ ہو تم اطاعت سے پھر جاؤ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو)

بسا اوقات ایسے لوگ جنہیں خود اپنی عقل، اپنی سمجھ بوجھ، اپنے دنیوی علم اور اپنے تجربہ پر ناز ہوتا ہے اور شیطان جنہیں اپنے بارہ میں مغالطہ میں مبتلا کر دیتا ہے وہ خدا اور رسول ؐ کے احکام جاننے اور انہیں سُننے اور سمجھنے کے باوجود چلتے اپنی ہی رائے کے پیچھے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی رائے پر چلانا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے ایسے لوگ سُننے کے باوجود سُن نہیں رہے ہوتے بلکہ اپنی ہی خیال آفرینیوں میں مگن ہوتے ہیں۔ وہ ایسے مومنوں کو اُن کے ظاہری ایمان اور ظاہری نیک اعمال کے باوصف خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝

(الانفال آیات ۲۱ تا ۲۳)

اے مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان میں سے کسی سے منہ نہ پھیرو اس حالت میں کہ تم اس کا حکم سُن رہے ہو۔ اور اُن لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم سُنتے ہیں مگر فی الحقیقت وہ سُن نہیں رہے ہوتے۔ اللہ کے نزدیک حیوانات سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں اور کچھ بھی عقل نہیں رکھتے (کیونکہ وہ اللہ اور رسول کے احکام کو دل میں جگہ نہیں دیتے اور خود اپنی عقل کی پیروی کرتے ہیں)

---

قرآن مجید کی اُن تمام آیات سے جو اوپر درج کی گئی ہیں یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ حقیقی ایمان انسان کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے کیونکہ اس کے طفیل انسان اجر و ثواب، افضال و انعامات اور فوز و فلاح کا وارث بنتا ہے۔ لیکن اگر انسان اس بیش قیمت متاع کی قرآن کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق کما حقہٗ حفاظت نہ کرے یعنی تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے غافل رہے تو یہ متاعِ عزیز برباد ہو جاتی ہے اور انسان یکسر بے نصیب و محروم ہو کر راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس دُنیا سے

ایمان سلامت لے جانے کو بہت نازک امر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ انسان کو چاہئیے کہ وہ ایمان کی حفاظت سے کبھی غافل نہ ہو اور پورے عزم و ہمت اور تعہد کے ساتھ ایمان کی سلامتی اور خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کرتا رہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اصل میں لوگ نماز میں دنیا کے رونے روتے ہیں اور جو اصل مقصود نماز کا قرب الی اللہ اور ایمان کا سلامت لے جانا ہے اس کی فکر ہی نہیں۔ حالانکہ ایمان سلامت لے جانا بہت بڑا معاملہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان اس واسطے روتا ہے کہ مجھ کو با ایمان اللہ تعالیٰ دنیا سے لے جاوے تو خدا تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ بہشت ان کو ملے گا جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حصولِ ایمان کے لئے روتے ہیں۔ مگر یہ لوگ جب روتے ہیں تو دنیا کے لئے روتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان کو بھلا دے گا۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۶۶، ۶۷)

ایمان کی حفاظت اور سلامتی کے لئے دعا پر زور دینے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ یہی ہے کہ انسان تکبر اور انانیت کو اپنے قریب نہ آنے دے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور اولوالامر کے حکموں کے آگے اپنی رائے کو یکسر ترک کر دے اور بلا چون و چرا ان کی اطاعت کرتا چلا جائے۔ چنانچہ حضورؑ بے ایمانی کی اصل جڑ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"ایمان منکسر المزاجی اور اپنی رائے کو چھوڑ دینے سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح پر بے ایمانی تکبر اور انانیت سے پیدا ہوتی ہے۔" (الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء)

جہاں تک ایمان کی حفاظت کے تعلق میں اللہ اور اس کے رسولؐ اور اولوالامر کی اطاعت کرنے اور اپنی رائے کو یکسر ترک کر دینے کی اہمیت کا سوال ہے حضور علیہ السلام نے ایک موقعہ پر بہت ہی لطیف بات بیان فرمائی جو قلّ ودلّ کی بہترین مثال ہے۔ جب ایک صحابی نے ایمان کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا :۔

"ایمان دو قسم کا ہوتا ہے، موٹا اور باریک۔ موٹا ایمان تو یہی ہے کہ دین العجائز پر عمل کرے اور باریک ایمان یہ ہے کہ میرے پیچھے ہو لے۔"

حفاظتِ ایمان کے ضمن میں حضورؑ کا یہ ارشاد اس قدر مختصر اور بایں ہمہ اس قدر جامع ہے کہ گویا حضورؑ نے دریا کو کوزہ میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔ اس میں اللہ، اس کے رسولؐ اور امام وقت کی اطاعت سے متعلق جملہ اسلامی احکام کی روح سموئی ہوئی ہے۔

ہم لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسیح پاک علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق عطا فرما کر ایمان اور اعمالِ صالحہ کی دولت سے مالامال فرمایا ہے یہ امر از بس ضروری ہے کہ ہم اپنی اس سب سے زیادہ

قیمتی متاع کی ایک مستعد، چاق و چوبند، اور جانباز سپاہی کی طرح پوری پوری حفاظت کریں۔ اس کا طریق یہی ہے کہ ہم ایمان لانے اور اپنی سمجھ کے مطابق اعمالِ صالحہ بجالانے کو ہی کافی نہ سمجھیں بلکہ قرآنی حکم کے مطابق اللہ اور رسولؐ کی پوری پوری اطاعت کر کے تقویٰ کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنے میں کوشاں رہیں تا ہمارا ایمان پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے اور ہمارے اعمال کا معیار بلند سے بلند تر ہو کر انہیں اجر و ثواب، افضال و انعامات اور فوز و فلاح کے حصول کا ذریعہ بنا دے۔ ہمیشہ ہی اللہ اور اس کے رسولؐ اور اولوالامر اور نظام کی کامل اطاعت ہمارا شعار ہو۔ کبر و نخوت، عُجب و پندار اور انانیت سے ہم ہمیشہ ہی کوسوں دُور اور ہراَن مہجور رہیں۔ اس کے بالمقابل عاجزی فروتنی منکسر المزاجی ہم میں ایک فطری تقاضہ کی صورت اختیار کر لے حتیّٰ کہ اپنی رائے کو یکسر ترک کر دینے میں ہمیں ذرہ بھر بھی باک محسوس نہ ہو۔ کبھی وہ وقت نہ آئے کہ شیطان ہمیں بہکا کر اپنی عقل، اپنی رائے، اپنے علم، اپنے عہدے، اپنی وجاہت، اپنی دولت اور اپنی ثروت پر گھمنڈ کرنے کے مہلک مرض میں مبتلا کر دے اور خدا نہ کرے کہ ایسا ہو کہ ہمارا ایمان اور ہمارے اعمال، ہماری قربانیاں اور ہماری خدمات سب اکارت جائیں اور ہم خسرالدنیا والاٰخرۃ کے مصداق قرار پا کر خدا اور اس کے رسولؐ اور اُس کے مسیح موعودؑ کی جناب سے دھتکار دیئے جائیں۔ العیاذاًباللہ۔

اے ہمارے رحمٰن و رحیم اور قادر و کریم خدا تُو خود اپنے فضل سے ہمیں نہ صرف یہ کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رکھ بلکہ ان میں ترقی عطا فرما کر ہمیں تقویٰ کے اعلیٰ مراتب پر فائز فرما، تا ہم ہر ابتلاء اور ہر آزمائش میں پُورے اُتر کر آگے ہی آگے بڑھتے اور ترقی کرتے چلے جائیں اور تا شیطان ہم سے ہمیشہ کیلئے مایوس ہو جائے اور ہم میں سے کسی ایک کو بھی جادہ مستقیم سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہم میں سے ہر ایک ایمان سلامت لے کر ہی خدا کے حضور حاضر ہو اور عنداللہ فائز المرام قرار پائے۔ اٰمین یا ارحم الراحمین ؎

# تہجّد کی عادت ڈالو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"نمازوں میں عاجزی کرو، تہجّد کی عادت ڈالو، تہجّد میں رو رو کر دعائیں مانگو کہ خدا تعالیٰ گڑگڑانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنیوالوں کو ضائع نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۲۳۴)

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام)

# خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے

## توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور اُسے کبھی مُردہ نہ ہونے دو!

## سچّے دِل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں

۱۶ر اپریل ۱۹۰۳ء کو چند اشخاص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضورؑ نے بیعت لینے کے بعد انہیں جو نصائح فرمائیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان میں حضورؑ نے ایمان کی حفاظت کرنے، اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانے، تعلق باللہ میں ترقی کرنے اور دنیا میں غالب آنے کے ذرائع پر بہت ہی دلنشین انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اِن نصائح کا ایک حصّہ جو علی الخصوص توبہ کی اہمیت اور اس کے عظیم الشان ثمرات سے تعلق رکھتا ہے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بیعت میں انسان زبان کے ساتھ گناہ سے توبہ کا اقرار کرتا ہے۔ مگر اس طرح سے اس کا اقرار جائز نہیں ہوتا جب تک دل سے وہ اقرار نہ کرے۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ جب سچّے دل سے توبہ کی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کر لیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنی میں توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ اُس اقرار کو جائز قرار دیتا ہے جو کہ سچّے دل سے توبہ کرنے والا کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اِس قسم کا اقرار نہ ہوتا تو پھر توبہ کا منظور ہونا ایک مشکل امر تھا۔ سچّے دل سے جو اقرار کیا جاتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پھر خدا تعالیٰ بھی اپنے تمام وعدے پورے کرتا ہے جو اُس نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ کئے ہیں۔ اور اُسی وقت سے ایک نور کی تجلّی اُس کے دل میں شروع ہو جاتی ہے۔ جب انسان یہ اقرار کرتا ہے کہ مَیں تمام گناہوں سے بچوں گا اور دین کو دنیا پر مقدّم رکھوں گا تو اُس کے یہ معنے ہیں کہ اگرچہ مجھے اپنے بھائیوں، قریبی رشتہ داروں اور سب دوستوں سے قطع تعلق بھی کرنا پڑے مگر مَیں خدا تعالیٰ کو سب سے مقدّم رکھوں گا اور اسی کے لئے اپنے تعلقات چھوڑتا ہوں۔ ایسے لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کیونکہ انہی کی توبہ دلی توبہ ہوتی ہے۔

پھر جو لوگ دل سے دُعا کرتے ہیں خدا تعالیٰ اُن پر رحم کرتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ آسمان، زمین اور سب اشیاء کا خالق ہے ویسے ہی وہ توبہ کا خالق ہے۔ اگر اُسنے توبہ کو قبول کرنا نہ ہوتا تو وہ اسے پیدا ہی نہ کرتا۔ گناہ سے توبہ کرنا کوئی چھوٹی بات نہیں۔ سچی توبہ کرنے والا خدا تعالیٰ سے بڑے بڑے انعامات پاتا ہے۔ یہ اولیا، قطب، غوث کے مراتب اِسی واسطے لوگوں کو ملے ہیں کہ وہ توبہ کرنے والے تھے اور خدا تعالیٰ سے انکا پاک تعلق تھا اس واسطے ہرگز نہیں ملے ہیں کہ وہ منطق، فلسفہ اور دیگر علوم طبعیہ وغیرہ میں ماہر تھے۔ جو لوگ خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرتے ہیں وہ ان بندوں میں داخل ہو جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے۔

اِس شرط سے دین کو قبول نہ کرنا چاہیئے کہ مَیں مالدار ہو جاؤں گا، مجھے فلاں عہدہ مل جاوے گا۔ یاد رکھو کہ شرطی ایمان لانے والے سے خدا تعالیٰ بیزار ہے۔ بعض وقت مصلحتِ الٰہی یہی ہوتی ہے کہ دنیا میں انسان کی کوئی مراد حاصل نہیں ہوتی۔ طرح طرح کے آفات، بلائیں، بیماریاں اور نامرادیاں لاحق حال ہوتی ہیں۔ مگر ان سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ موت ہر ایک کے واسطے کھڑی ہے۔ اگر بادشاہ ہو جاوے گا تو کیا موت سے بچ جاویگا؟ غریبی میں بھی مرنا ہے بادشاہی میں بھی مرنا ہے اِس لئے سچی توبہ کرنے والے کو اپنے ارادوں میں دنیا کی خواہش نہ ملانی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہرگز نہیں ہے کہ جو اُس کے حضور عاجزی سے گر پڑے وہ اسے خائب و خاسر کرے اور ذلّت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی نظیر ایک بھی نہ ملے گی کہ فلاں شخص کا خدا تعالیٰ سے سچّا تعلق تھا اور پھر وہ نامراد رہا۔ خدا تعالیٰ بندے سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہش اُس کے حضور پیش نہ کرے اور خالص ہو کر اُس کی طرف جُھک جاوے۔ جو اِس طرح جُھکتا ہے اُسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور ہر ایک مشکل سے خود بخود اس کے واسطے راہ نکل آتی ہے۔ جیسے کہ وہ خود وعدہ فرماتا ہے مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ اِس جگہ رزق سے مراد روٹی وغیرہ نہیں بلکہ عزّت، علم وغیرہ سب باتیں جن کی انسان کو ضرورت ہے اِس میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ سے جو ذرّہ بھر بھی تعلق رکھتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ ہمارے ملک ہندوستان میں نظام الدین صاحب اور قطب الدین صاحب اولیاءاللہ کی جو عزّت کی جاتی ہے وہ اِسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے اُن کا سچّا تعلق تھا اور اگر یہ نہ ہوتا تو تمام انسانوں کی طرح وہ بھی زمینوں میں ہل چلاتے، معمولی کام کرتے مگر خدا تعالیٰ سے سچے تعلق کی وجہ سے لوگ انکی مٹی کی بھی عزّت کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا حامی ہو جاتا ہے۔ دشمن چاہتے ہیں کہ ان کو نیست و نابود کریں مگر وہ روز بروز ترقی پاتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر غالب آتے جاتے ہیں جیسا کہ اُس کا وعدہ ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ یعنی خدا تعالےٰ نے لکھ دیا ہے کہ مَیں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔ اوّل اوّل جب انسان خدا تعالیٰ سے تعلق شروع کرتا ہے

تو وہ سب کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے مگر جُوں جُوں وہ تعلقاتِ الٰہی میں ترقی کرتا ہے توں توں اُس کی شہرت زیادہ ہوتی ہے حتّٰی کہ وہ ایک بڑا بزرگ بن جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ بڑا ہے اُسی طرح جو کوئی اُس کی طرف زیادہ قدم بڑھاتا ہے وہ بھی بڑا ہو جاتا ہے حتّٰی کہ آخر کار خدا تعالےٰ کا خلیفہ ہو جاتا ہے۔

اس توبہ کو کھیل نہ خیال کرو اور یہ نہ کہو کہ اسے یہیں چھوڑ جاؤ بلکہ اسے ایک امانت اللہ تعالیٰ کی خیال کرو۔ توبہ کرنے والا خدا تعالےٰ کی اُس کشتی میں سوار ہوتا ہے جو کہ اُس طوفان کے وقت اُس کے حکم سے بنائی گئی ہے۔ اُس نے مجھے فرمایا ہے وَاصْنَعِ الْفُلْكَ اور پھر یہ بھی فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ جس طرح بادشاہ اپنی رعایا میں اپنے نائب کو بھیجتا ہے اور پھر جو اُس کا مطیع ہوتا ہے اُسے بادشاہ کا مطیع سمجھا جاتا ہے ایسا ہی اللہ تعالےٰ بھی اپنے نائب دنیا میں بھیجتا ہے۔ آج کل توبہ ایک بیج ہے جس کے ثمرات تمہارے تک ہی نہ ٹھہریں گے بلکہ اولاد تک بھی پہنچیں گے۔ سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں۔

دنیوی لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ اِس بات کے لئے مجبور نہیں کہ اسباب کا محتاج ہو۔ کبھی چاہتا ہے تو اپنے پیاروں کے لئے بلا اسباب بھی کام کر دیتا ہے اور کبھی اسباب پیدا کر کے کرتا ہے اور کسی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ بنے بنائے اسباب کو بگاڑ دیتا ہے۔

غرض اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالےٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سُست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آجاتا ہے اسی طرح خدا تعالےٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مُردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تاکہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اُس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے۔ اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اُس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ آج کل اس توبہ میں بڑی بڑی مشکلات ہیں۔ اب یہاں سے جا کر تم کو بہت کچھ سُننا پڑے گا اور لوگ کیا کیا باتیں بنائیں گے کہ تم نے ایک مجذوم، کافر، دجال وغیرہ کی بیعت کی۔ ایسا کہنے والوں کے سامنے جوش ہرگز مت دکھانا۔

ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کے واسطے مامور کئے گئے ہیں اس لئے چاہیئے کہ تم اُن کے لئے دُعا کرو کہ خدا تعالیٰ اُن کو بھی ہدایت دے اور جیسے کہ تم کو امید ہے کہ وہ تمہاری باتوں کو ہرگز قبول نہ کریں گے، تم بھی اُن سے مُنہ پھیرلو۔

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدِّنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کُنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اُس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوقِ الہٰی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو بچو۔"

(البدر جلد ۲ نمبر ۱۴۔ مؤرخہ ۲۴ر اپریل ۱۹۰۳ء)

# آنحضرت پر درود بھیجنے کا حکم

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اِس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اُس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپ نے آکر کیا کیا تو انسان وجد میں آکر اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد کہہ اٹھتا ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں، یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے، قرآن شریف اور دُنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریم نے کیا کیا ورنہ وہ کیا بات تھی جو آپ کے لئے خصوصاً فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دُنیا میں آیا جو مُحَمَّد کہلایا صلی اللہ علیہ وسلّم۔" (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۱ء)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

# اِلٰهِیْ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَارْحَمْ عِرْضَنَا

(اے خدا ہماری فریاد سن ہمیں سیراب کر اور ہماری عزت کی پاسبانی فرما)

---

وَاِنِّیْ اَرٰی اَنَّ الذُّنُوْبَ کَبِیْرَةٌ		وَاَعْرِفُ مَعَهٗ اَنَّ فَضْلَكَ اَکْبَرُ

اور یقیناً میں دیکھتا ہوں کہ گناہ بہت بڑے ہیں۔ اور ساتھ ہی میں جانتا ہوں کہ تیرا فضل سب سے بڑا ہے۔

اِلٰهِیْ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَارْحَمْ عِرْضَنَا		بِسُلْطَانِكَ الْاَجْلٰی وَاِنَّكَ اَقْدَرُ

اے اللہ! ہماری فریاد رسی کر اور ہمیں پانی پلا اور ہماری عزت کی پاسبانی کر اپنی نمایاں طاقت سے اور تو بڑی قدرتوں والا ہے

یَئِسْنَا مِنَ الْمَخْلُوْقِ وَانْقَطَعَ الرَّجَا		وَجِئْنٰكَ یَا مَنْ یَعْلَمُ مَا یُضْمَرُ

ہم مخلوق سے مایوس ہو چکے ہیں اور اُمید منقطع ہو چکی ہے۔ اے اسرار کے جاننے والے ہم تیرے پاس آئے ہیں۔

تَعَالَیْتَ یَا مَنْ لَا تُحَاطُ کَمَالُهٗ		لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَیْسَ یُحْصٰی وَیُحْصَرُ

اے وہ جس کے کمال کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔		تیری شان بلند ہے تیری تعریفیں بے حد ہیں۔

تَصَدَّقْ بِاَلْطَافٍ کَمَا اَنْتَ اَهْلُهَا		وَاَدْرِكْ عِبَادًا لَّكَ کَمَا اَنْتَ اَقْدَرُ

تو ہم پر نظرِ کرم فرما اُن الطاف کے ساتھ جو تیری شان کے شایاں ہیں۔ اور دستگیری کر اپنے بندوں کی تو بہت بڑی قدرت والا ہے

فَخُذْ بِیَدِیْ یَا رَبِّ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ		وَاَیِّدْ غَرِیْبًا یُلْعَنُ وَیُکَفَّرُ

اے میرے رب! تو ہر معرکہ میں میری دستگیری فرما۔ اور اس غریب کی تائید فرما جو لوگوں کا موردِ لعنت و تکفیر ہے۔

اَتَیْتُكَ مِسْکِیْنًا وَعَوْنُكَ اَعْظَمُ		وَجِئْتُكَ عَطْشَانًا وَبَحْرُكَ اَزْخَرُ

میں مسکینی سے تیرے حضور آیا ہوں اور تیری مدد بڑی ہے۔ اور میں تیرے پاس پیاسا ہونے کی حالت میں آیا ہوں اور تیرا سمندر موجزن ہے۔

(حمامة البشریٰ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

# ہر کہ عارف تر ست ترساں تر

(جو خدا کی معرفت زیادہ رکھتا ہے وہی خدا سے زیادہ ڈرتا ہے)

---

اے خداوندِ خلق و عالمیاں　　خلق و عالم زِ قدرتت حیراں

اے جہانوں اور مخلوقات کے آقا!　　دنیا اور مخلوق تیری قدرت سے حیران ہے

چہ مہیب است شان و شوکتِ تو　　چہ عجیب است کار و صنعتِ تو

تیری شان و شوکت کس قدر باعظمت ہے۔　　تیری صنعت اور تیرا کام کتنا عجیب ہے۔

حمد را با تو نسبت از آغاز　　نے دراں کس شریک نے انباز

شروع ہی سے حمد کا تیرے ساتھ تعلق ہے　　اور اس معاملہ میں نہ کوئی تیرا شریک ہے نہ ہمسر

تو وحیدی و بے نظیر و قدیم　　منزّہ زِ ہر قسیم و سہیم

تُو اکیلا، بے مثل اور ازلی ہے۔　　اور ہر ساتھی اور شریک سے پاک۔

کس نظیرِ تو نیست در دو جہاں　　بہ دو عالم توئی خدائے یگاں

دونوں جہان میں تیرا کوئی نظیر نہیں۔　　دونوں عالم میں تُو اکیلا ہی خدا ہے۔

زورِ تو غالب ست بر ہمہ چیز　　ہمہ چیزے بہ جنبِ تو نا چیز

ہر شے پر تیری طاقت غالب ہے۔　　اور ہر چیز تیرے مقابل پر ناچیز ہے۔

ترست ایمن کند زِ ترس و خطر　　ہر کہ عارف ترست ترساں تر

تیرا خوف ہر ڈر اور خطرہ سے محفوظ کر دیتا ہے۔　　جو تیری معرفت زیادہ رکھتا ہے وہی تجھ سے زیادہ ڈرتا ہے

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اوّل)

# نصرتِ الٰہی حاصل کرنے کے دو اہم ذرائع

## صبر ـــــ اور ـــــ صلوٰۃ

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آیت کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ آیت ۱۵۴) کی لطیف تفسیر بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد کے حصول کے لئے جو گر بیان فرمائے ہیں وہ قارئین کے افادہ کے لئے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں ـــ (ادارہ)

"اس آیت میں یہ عظیم الشان مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان کے لئے کسی تکلیف پر رونا یا اس کے دل میں درد کا احساس پیدا ہونا منع نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کو کئی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور تم ان کو محسوس بھی کرو گے لیکن مَیں تمہیں اس درد کا علاج یہ بتاتا ہوں کہ صبر اور دعا کو کام میں لاؤ۔ یہ نہیں فرمایا کہ قطعی طور پر کسی تکلیف کو محسوس ہی نہ کرو۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نواسہ فوت ہونے لگا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرا دل سخت نہیں بنایا۔ غرض درد کا احساس منع نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ تکالیف تو ہوں گی اور تلوار تو چلے گی اور تمہاری گردنیں بھی کٹیں گی۔ لیکن ان پر صبر سے کام لینا اور استقلال سے اپنے کام میں لگے رہنا۔ ہم تمہیں یہ نہیں کہتے کہ تمہیں غم کا احساس نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ ایک طبعی جذبہ ہے جو روکا نہیں جا سکتا۔ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ان قربانیوں میں استقلال سے حصہ لو اور اپنے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آنے دو۔ مگر پھر فرمایا کہ یہ تو دنیوی تدابیر ہیں۔ تمہارا اصل کام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور دعاؤں سے اس کی مدد چاہو۔ جب تک تم خدا تعالیٰ پر کامل توکل نہیں کرو گے اور اس سے دعائیں کرنا اپنا معمول نہیں بناؤ گے اُس وقت تک تمہیں فتح حاصل نہیں ہوگی۔ دیکھو ایک نادان اور کم عقل بچہ بھی جب اُسے کوئی ڈراتا ہے تو فوراً اپنی ماں کے پاس بھاگ جاتا ہے اور ماں خواہ کتنی ہی کمزور ہو وہ اس کے پاس جا کر اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتا ہے۔ اِسی طرح ایک مومن پر بھی جب کوئی دشمن حملہ کرتا ہے تو اسکی پناہ

صرف خدا تعالیٰ کا ہی وجود ہوتا ہے۔ اِسی لئے صلوٰۃ کا تعلق روحانی ہونے کے لحاظ سے خدا تعالیٰ سے ہے اور صبر کا تعلق جسمانی ہونے کے لحاظ سے انسانی تدابیر سے ہے۔ صبر میں جبری طور پر خدا تعالےٰ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اور صلوٰۃ میں عشقیہ طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مشکلات اور مصائب ہم خود پیدا نہیں کرتے بلکہ دشمن مشکلات اور مصائب لاتا ہے اور ہم اُنہیں برداشت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو نہیں چھوڑتے۔ لیکن نماز اور دعا طوعی عبادت ہے نماز ہمیں کوئی جبری نہیں پڑھاتا بلکہ ہم خود پڑھتے ہیں۔ پس صبر میں ہم جبری طور پر خدا تعالیٰ کی محبت کا ثبوت دیتے ہیں اور صلوٰۃ میں طوعی طور پر اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جب یہ دونوں چیزیں مل جاتی ہیں تو محبت کامل ہو جاتی ہے اور خدا تعالےٰ کا فیضان جاری ہو جاتا ہے۔

صبر کے جو معنے اُوپر بیان کئے گئے ہیں اُن کے لحاظ سے اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ (۱) اے مومنو! جب تم پر خدا تعالیٰ کی راہ میں مصائب اور مشکلات آئیں تو تم گھبرایا نہ کرو اور نہ اُن پر شکوہ کا اظہار کیا کرو۔ (۲) اے مومنو! یہ باتیں خدا تعالیٰ کے قرب میں روک ہیں تم اِن سے بچنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہا کرو۔ (۳) اے مومنو! جب تم کو وہ احکام دیئے جائیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو تم ان پر عمل کرنے میں سُستی نہ دکھایا کرو بلکہ استقلال سے اُن پر عمل کیا کرو۔ یہ تین باتیں روحانی مدارج کے حصول کے لئے ممد ہیں تم اِن باتوں کو مدنظر رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جو کام تمہارے سامنے ہیں اُن کے پُورا کرنے میں تمہیں کامیابی ہوگی اور تمہارا مقصد تمہیں حاصل ہو جائے گا۔

اِسی طرح صلوٰۃ کے معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اِس آیت کا یہ مطلب ہے کہ (۱) اے مومنو! تم نماز کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کرو۔ (۲) اے مومنو! تم دعاؤں کے ذریعہ اس کی مدد حاصل کرو۔ (۳) اے مومنو! دین پر استقلال کے ساتھ قائم ہو جانے کے ذریعے سے اس کی مدد حاصل کرو۔ (۴) اے مومنو! تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر رحم اور شفقت کر کے اس کی مدد حاصل کرو۔ (۵) اے مومنو! تم خدا تعالےٰ کے حضور استغفار اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کر کے اس کی مدد حاصل کرو۔ (۶) اے مومنو! تم خدا تعالےٰ کے رسولؐ پر درود بھیج کر اُس کی مدد حاصل کرو۔ گویا یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کے حصول کے ذرائع ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ تم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہا کرو یعنی اے خدا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ اب اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ گُر بتایا ہے کہ مدد کس طریق سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ فرماتا ہے وہ ذرائع یہ ہیں کہ ایک تو دین کے راستہ میں جو مشکلات اور مصائب

پیش آئیں اور جو قربانیاں تمہیں کرنی پڑیں اُن سے گھبرایا نہ کرو۔ دوسرے ان امور سے جن سے اللہ تعالیٰ تم کو روکتا ہے رُکے رہو۔ تیسرے وہ قربانیاں جو قربِ الٰہی کے حصول کے لئے ضروری ہیں اُن کو ترک نہ کرو اور اُن پر استقلال اور دوام اختیار کرو۔ چوتھے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیوں کے بہترین نتائج پیدا کرے اور ان کو قبول فرماتے ہوئے تمہیں غلبہ بخشے۔ پانچویں غرباء سے ہمدردی اور شفقت کا سلوک کرو، تا مخلوقِ خدا کو آرام پہنچانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی تم سے خوش ہو۔ چھٹے خدا تعالیٰ سے اپنے قصوروں کی معافی طلب کرتے رہو۔ ساتویں انبیاء پر درود بھیجا کرو کیونکہ اُن کے ذریعے سے ہی تم کو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی توفیق ملی ہے۔ آٹھویں خدا تعالیٰ کے دین پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کیا کرو۔ نویں عبادت پر مضبوطی سے قائم رہو۔ یہ سب امور خدا تعالیٰ نے کامیابی کے حصول کے بیان فرمائے ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل ہو اُس کے لئے اِن نو باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

بندے کا صرف اپنے مُنہ سے خدا تعالیٰ کو یہ کہنا کہ الٰہی میری مدد کر کوئی معنے نہیں رکھتا۔ مدد حاصل کرنے کے لئے پہلے اِن ذرائع پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جو شخص گھبرا کر مایوس ہو جاتا ہے اور پھر یہ اُمید رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اُس کی مدد کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے وہ اس کی مدد حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو پسِ پُشت ڈال دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ امید رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اُس کے لئے نازل ہوں گے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص قربانیوں سے ہچکچاتا اور خدا تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ واریوں کو پورا کرنے سے قاصر رہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص دعا نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ طور پر گڑگڑاتا نہیں اور اِس کے باوجود اُس کی معجزانہ تائید کا اُمیدوار رہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص دین کے معاملے میں غیرت سے کام نہیں لیتا اور اس کی ترقی میں ممد نہیں ہوتا وہ دشمنوں کے مقابلہ میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص غرباء اور مساکین پر شفقت نہیں کرتا اور اُن کی مشکلات کو دُور کرنے میں ہاتھ نہیں بٹاتا وہ اپنی مشکلات کے وقت خدا تعالیٰ کی تائید حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر درُود نہیں بھیجتا، اُن کے لئے دعائیں نہیں کرتا اور اُن کے احسانات کے شکریہ کا احساس اپنے دل میں نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی مدد۔۔۔۔ حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص عبادت اور خدمتِ دین کے لئے اپنی ساری عمر وقف نہیں کرتا وہ قربِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج پانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ پھر باوجود اِن سب باتوں پر عمل کرنے کے جو شخص یہ محسوس نہیں کرتا کہ مَیں نے کچھ بھی نہیں کیا اور اپنے عمل پر اتراتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے

میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

لوگ مُنہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ لیکن یہ نہیں جانتے کہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہنے کے ساتھ کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ وہ ڈاکخانہ میں روپے منی آرڈر کرانے کے لئے جاتے ہیں تو منی آرڈر فارم ساتھ لیکر جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب تک منی آرڈر فارم پُر نہیں کیا جائیگا روپیہ پوسٹ نہیں ہو سکتا۔ وہ ڈاکخانہ میں خط ڈالنے جاتے ہیں تو اُس پر ٹکٹ لگاتے ہیں ورنہ وہ بیرنگ کر دیا جاتا ہے۔ مدرسہ میں داخل ہونے کے وقت وہ فارم پُر کرتے ہیں جو داخلہ کیلئے محکمہ تعلیم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔ امتحان کے لئے یونیورسٹی کا فارم پُر کرتے ہیں اور اس میں ذراسی غلطی ہونے سے بھی اُن کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے اور وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں کام خراب نہ ہو جائے۔ مگر خدا تعالیٰ سے بغیر کوئی فارم پُر کرنے کے اور بغیر کسی شرط پر عمل کرنے کے یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ حضور اپنے ملائکہ کی فوج بھیج کر ہماری مدد کیجئے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ یہاں بھی ایک فارم کی ضرورت ہے۔ جب تک وہ فارم پُر کر کے اس پر دستخط نہ کئے جائیں اُسوقت تک خدا تعالیٰ کی نصرت شامل حال نہیں ہو سکتی۔ اور وہ صبر اور صلوٰۃ کا فارم ہے۔ جب تک صبر اور صلوٰۃ کے فارم پر دستخط نہ کرو گے تب تک خدا تعالیٰ کی مدد تمہیں حاصل نہیں ہو سکے گی۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ اِس جگہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ کے لفظ کو اُڑا دیا ہے اور صرف مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کے الفاظ رکھے ہیں مَعَ الْمُصَلِّیْنَ نہیں فرمایا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں صابر کا لفظ اپنے اندر استقلال کے معنے رکھتا ہے اور صابر کا لفظ صبر کا قائم مقام نہیں بلکہ صبر اور صلوٰۃ دونوں کا قائم مقام ہے۔ پس اس کے صرف یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صبر و صلوٰۃ دونوں پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ دعا بھی وہی قبول ہوتی ہے جو استقلال سے کی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے کے یہ معنے ہیں کہ اگر صبر اور صلوٰۃ کے ذرائع کو استقلال سے استعمال کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اِس آیت میں اُن لوگوں کو نصیحت کی گئی ہے جو کچھ عرصہ تکلیف برداشت کرتے اور یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تو ہماری سُنتا ہی نہیں۔ ہم تو اُسے پکار پکار کر تھک گئے اب دعا کرنے کا کیا فائدہ۔ اور بعض لوگوں کو تو اس قدر ٹھوکر لگتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے ہی منکر ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کہہ کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اسی کو حاصل ہوگی جو مشکلات کے وقت استقامت دکھائے گا اور صبر اور صلوٰۃ کے ذرائع کو استقلال سے استعمال کرتا چلا جائے گا۔" (تفسیر سورۃ بقرہ)

# محبّتِ الٰہی اور اُس کے درجات

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پُرکیف بیان

(محترم مولانا ابو العطاء صاحب قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

خالق اور اس کی مخلوق میں ایسا مضبوط اور پختہ رشتہ ہے کہ اس کی مثال دنیوی رشتوں اور تعلقات میں پائی نہیں جا سکتی۔ انسان کا جسم اور اس کی رُوح خدا کے ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں اور اس پیدائش کا اثر زندگی کے ہر پہلو پر نمایاں نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے جو محبّت ہے وہ بھی بے پایاں اور بے انتہا ہے اسی لئے وہ اُن کی جسمانی زندگی اور روحانی زندگی کے لئے بے انتہا اور غیر معمولی سامان مہیا کرتا ہے۔ اس نے انسانوں کی زندگی، اُن کی بقاء اور اُن کی نشو و نما کے لئے اِس قدر کائنات پیدا فرمائی اور اتنی نعمتیں عطا فرمائیں کہ انسان کے تصوّر اور اُس کے گمان سے بھی باہر ہیں۔ ایسا ہی روحانی زندگی کے جاری رکھنے کیلئے اللہ تعالےٰ نے انسان کی پاک فطرت کے علاوہ صلحاء، اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری فرمایا۔ نادان انسان نبیوں کو گالیاں دیتے، اُن کو مارتے اور ہر طرح سے در پئے آزار رہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کے محبوب ترین انسان ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ بایں ہمہ عام انسانوں کی بھلائی اور بہبودی کی خاطر ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا پیغمبر مبعوث فرماتا ہے۔ دوسری طرف انسانی فطرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبّت اور اُس کی طرف کشش ایسی نمایاں اور گہری ہے کہ اس کا بھی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ انسان خالقِ کائنات کی محبّت کا گہرا نقش لے کر پیدا ہوتا ہے اور اس کی روح ابتدائے آفرینش سے اپنے خالق، مالک اور محسن کے لئے عاشقانہ اور والہانہ جذبات سے معمور ہوتی ہے اور ہر لمحہ اور ہر موڑ پر اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بَلٰی کا نعرہ لگا رہی ہے۔

انبیاء علیہم السلام انسانوں کی اُس خفتہ محبّت کو بیدار کرنے کے لئے آتے ہیں جو دنیوی آلائشوں اور بُرے اعمال کے نتیجہ میں دبیز پردوں میں چُھپ جاتی ہے اور انسان مادی زندگی پر قانع ہو کر اسی کو اپنا نصب العین قرار دینے لگ جاتا ہے۔ نبی اپنے وقت میں محبّتِ الٰہی کا وہ آتش فشاں پہاڑ ہوتا ہے جو اردگرد

کے سارے ماحول کو اس محبت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا عاشق ہوتا ہے کہ عشق کی اس چنگاری کو ہر دل میں شعلہ زن کر دیتا ہے۔ نبیوں اور ان کے متبعین نے محبتِ الٰہی کے وہ گیت گائے ہیں جن کی مثال دنیوی عشق کے سارے گیت مل کر بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے اپنی حقیقی محبت کے لئے ایسی فدائیت اور قربانی پیش کی ہے کہ انسانی روح اُس کے تصوّر سے آج بھی وجد میں آجاتی ہے۔
بہرحال نبی زمین پر خدا کا مظہر اور اُس کا عاشقِ صادق ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسا پیوند رکھتا ہے اور اپنے پیروؤں کا ایسا پیوند قائم کر دیتا ہے جو ہر حالت میں ناقابلِ شکست ہوتا ہے۔

درحقیقت انسانی فطرت میں عشقِ ربانی کی امانت ودیعت کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اُسی وقت سے ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اُس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اُس کا کھلتا جاتا ہے یہ کششِ محبت جو اُس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و رُوپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنارِ عاطفت میں ہوتا ہے۔ اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دُور ڈال دیا جائے تو تمام عیش اس کا تلخ ہو جاتا ہے اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈال دیا جاوے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا۔ سو وہ کششِ محبت جو اُس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟

درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبودِ حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلقِ محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو اُٹھا اُٹھا کر ایک گم شدہ چیز کی تلاش کر رہا ہے جس کا اب نام بھول گیا ہے۔ سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے

گیت کی طرف اس کی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گم شدہ محبوب کی تلاش ہے۔"
(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۵۶)

انسان کی وہ محبت جو اُسے اپنے خالق سے کرنی چاہیئے اور اُس کی وہ فدائیت جو اُسے اس راہ میں اختیار کرنی چاہیئے قرآن مجید نے اس بارے میں جامع رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ عشق درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہے۔ اور آخر اپنے کمال تک پہنچتا ہے اور پھر مزید کا طالب ہوتا ہے۔ قرآنی آیات پر غور کرنے اور انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محبتِ الٰہی انسانی حالات کے مطابق عدل، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کے تین بڑے مدارج رکھتی ہے۔ اور یہ درجات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ قرآن مجید نے ایک ہی جامع آیت میں یہ تصریح فرمادی ہے کہ انسان کا انسان سے حسنِ سلوک بھی تین مراتب رکھتا ہے اور انسان کی محبت الٰہی بھی انہی تین درجات میں ترقی کرتی ہے۔ باقی آخری درجہ غیر محدود وسعتوں پر حاوی ہے اور ابدالآباد تک انسانی روح اس کی منزلوں کو طے کرتی رہے گی۔ اس سلسلہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

" قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبتِ باری عزّ اسمہٗ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی۔ اور ان حکموں کو اُس نے تین درجہ پر منقسم کیا ہے؛ جیسا کہ استعدادیں بھی تین ہی قسم کی ہیں۔ اور وہ آیت کریمہ یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی۔ پہلے طور پر اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تم اپنے خالق کے ساتھ اس کی اطاعت میں عدل کا طریق مرعی رکھو ظالم نہ بنو۔ پس جیسا کہ درحقیقت بجز اُس کے کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں، کوئی بھی محبت کے لائق نہیں، کوئی بھی توکل کے لائق نہیں۔ کیونکہ بوجہ خالقیت اور قیومیت و ربوبیت خاصہ کے ہر ایک حق اسی کا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس کے ساتھ کسی کو اس کی پرستش میں اور اس کی محبت میں اور اس کی ربوبیت میں شریک مت کرو۔ اگر تم نے اس قدر کر لیا تو یہ عدل ہے جس کی رعایت تم پر فرض تھی۔

پھر اگر اس پر ترقی کرنا چاہو تو احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس کی عظمتوں کے ایسے قائل ہو جاؤ اور اس کے آگے اپنی پرستشوں میں ایسے متأدب بن جاؤ اور اس کی محبت میں ایسے کھوئے جاؤ کہ گویا تم نے اس کی عظمت اور جلال اور اس کے حسنِ لازوال کو دیکھ لیا ہے۔

بعد اس کے ایتاء ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری پرستش

اور تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری سے بالکل تکلف اور تصنّع دُور ہو جائے اور تم اس کو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو کہ جیسے مثلاً تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور تمہاری محبت اُس سے ایسی ہو جائے کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی پیاری ماں سے محبت رکھتا۔“

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۸ حصہ دوم طبع دوم)

ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے دلوں کو پوری طرح بیدار کر کے محبتِ الٰہی کی منازل پر عاشقانہ رنگ میں گامزن ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ خالق اور مخلوق کے رشتہ کو استوار کریں، انسان کو اپنے پیدا کنندہ کی محبت میں ایسا دیوانہ بنا دیں کہ اسے اس کے بغیر چین نہ ہو اور اس کی روح ہر لحہ اس کے وصال کے لئے بے قرار ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سرمدی اور لازوال نعمت سے نوازے۔ آمین ✦

---

# محبتِ ذاتی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”جب (انسان) اللہ تعالیٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اُس وقت محبتِ ذاتی بیدار ہو جاتی ہے۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ سے محبتِ ذاتی پیدا نہ ہو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے۔ لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے۔ اِس ذاتی محبت کو دعا سے حاصل کرنا چاہیئے۔“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۵۰)

---

# خدا تعالیٰ کی معیت حاصل کرنے کا طریق!

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

۲۲ر جون ۱۸۹۹ء کو ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مصنف "عصائے موسیٰ" نے کہا ہے کہ اس سلسلہ کی تباہی اب قریب ہے۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"یقیناً یاد رکھو کہ خدا اپنے بندے کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور ہرگز نہیں اُٹھائے گا جب تک اُس کے ہاتھ سے وہ باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کے لئے وہ آیا ہے۔ اسے کسی کی خصومت اور کسی کی بد دُعا کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۰۲)

اور پھر اس سے اگلے روز نہایت ہی درد بھرے الفاظ میں حضور علیہ السلام نے احباب جماعت کو نصیحت فرمائی کہ وہ متقی بن جائیں تا خدا اُن کے ساتھ ہو۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوست کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"کل (یعنی ۲۲ر جون ۱۸۹۹ء) بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ "تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔" فرمایا "اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کر لے۔" پھر فرمایا کہ "میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔" فرمایا "جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی۔" فرمایا "تقویٰ خلاصہ ہے تمام صحف مقدسہ اور تورات اور انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔" فرمایا "میں اس فکر میں بھی ہوں کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ کو الگ کر دوں اور بعض دینی کام ان کے سپرد کر دوں اور پھر میں دنیا کے ہم و غم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مردار دنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کروں گا۔"

اسی سلسلہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ لکھتے ہیں:۔

"رات کس درد سے حضرت امامؑ فرماتے ہیں :-

"آہ! اب تو خدا کے سوا کوئی بھی ہمارا نہیں - اپنے پرائے سب ہی اس پر تُلے ہوئے ہیں کہ ہمیں ذلیل کر دیں - رات دن ہماری نسبت مصائب اور گردشوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں - اب اگر خدا تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے تو ہمارا ٹھکانا کہاں" (الحکم جلد ۲ ۲۲ ص ۷)

اپنی جماعت میں اعلیٰ درجہ کا تقویٰ دیکھنے کے لئے حضور علیہ السلام میں جس قدر جوش تھا مندرجہ بالا خط کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے سلسلہ احمدیہ ایک روحانی سلسلہ ہے اور روحانی سلسلوں کے مخالف ان سے نیست و نابود اور ناکام و نامراد کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے اور ہر طرح کے دنیوی وسائل استعمال کرتے ہیں - ان کا کامیاب مقابلہ خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت اور تائیدِ غیبی کے بغیر ناممکن ہے - اور خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت انہی لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو اُس کے نیک بندے ہوں اور اُس سے ڈرتے ہوں، وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے کسی ایسے امر کے مرتکب نہ ہوتے ہوں جو اُس کی مرضی اور منشا کے خلاف ہو - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے الہاماً اپنے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی وساطت سے احبابِ جماعت کو تاکید فرمائی کہ :-

"تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا"

پس خدا کی مدد و نصرت اور اس کا ساتھ حاصل کرنے کے لئے جس کے بغیر ایک روحانی جماعت کی کامیابی ناممکن ہے یہ ضروری ہے کہ تقویٰ کی باریک راہوں کو ہر آن ملحوظ رکھا جائے اور کوئی ایسا امر صادر نہ ہونے دیا جائے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو - دنیا تو پہلے ہی ان کے خلاف ہوتی ہے اگر خدا تعالیٰ بھی ناراض ہو جائے اور اُس کی رضا بھی انہیں حاصل نہ ہو تو پھر اُن کا ٹھکانا کہاں - اس امر کا اظہار کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نہایت درد بھرے الفاظ میں فرماتے ہیں :-

"آہ! اب تو خدا کے سوا کوئی بھی ہمارا نہیں - اپنے پرائے سب ہی اس پر تُلے ہوئے ہیں کہ ہمیں ذلیل کر دیں - رات دن ہماری نسبت مصائب اور گردشوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں - اب اگر خدا تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے تو ہمارا ٹھکانا کہاں"

پس ہم میں سے ہر شخص کو ہر آن حضورؑ کے متذکرہ الصدر ارشادات پیشِ نظر رکھنے چاہئیں اور یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے وہ صحیح معنی میں خدا کا بندہ بن جائے - اللہ تعالیٰ ہماری پردہ پوشی فرمائے، ہمیں اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں چھپا لے اور ہم پر رحم فرماتے ہوئے ہر آن ہماری رہنمائی فرمائے تا اُس کی تائید و نصرت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے - اے اللہ تو ایسا ہی کر! آمین +

# سَمْعًا وَطَاعَةً

## (از رُوئے احادیث)

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے)

احادیثِ نبویہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولو الامر دو قسم کے تسلیم کئے ہیں، ایک دنیوی اور ایک دینی اور اسلامی۔ دنیوی امراء کے متعلق اطاعت کا حکم ہے مگر ساتھ ہی کفر بواح کا جواز بھی رکھا ہے۔ اور اس صورت میں بشرطیکہ بُرہان ہو قیاس نہ ہو اِن کفریہ امور میں اُن کی اطاعت سے باہر جانے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ گو بعض اسلامی علماء نے جیسے حضرت محی الدین ابن عربیؒ ہیں اس بارہ میں بھی اتنی احتیاط کی ہے کہ وہ کہتے ہیں ایسی صورت میں بھی صرف علیحدگی کا اعلان کرنا جائز ہے بغاوت کرنا پھر بھی جائز نہیں۔

مگر ایک دینی اور اسلامی اولو الامر بتائے ہیں جن کے بارے میں ہمیں حَکَمْ نہیں بتایا بلکہ اُنہیں اُمت پر حُکم بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو کچھ وہ کریں وہ تم پر حجت ہے اور اُن کے طریق کی اتّباع اُسی طرح ضروری ہے جس طرح میرے حکم کی۔

پس حاکم دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دنیوی ہیں اور جن کے متعلق اس بات کا امکان ہے کہ وہ کفر کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ اُن کے متعلق تو یہ حکم ہے کہ تم اُن کی اطاعت کرتے چلے جاؤ، ہاں جب اُن سے کفر بواح صادر ہو تو الگ ہو جاؤ۔ مگر دوسرے حکام وہ ہیں جو غلطی کر ہی نہیں سکتے۔ اُن کے متعلق یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ہمیشہ اُن کی سُنّت اور طریق کو اختیار کرنا چاہیئے اور کبھی اُن کے رستہ سے علیحدہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اگر کبھی تمہیں یہ شبہ پڑ جائے کہ تمہارے عقائد درست ہیں یا نہیں تو تم اپنے عقائد کو خلفاء راشدین کے عقائد کے ساتھ ملاؤ۔ اگر مل جائیں تو سمجھ لو کہ تمہارا قدم صحیح راستہ پر ہے اور اگر نہ ملے تو سمجھ لو کہ تم غلط راستے پر جا رہے ہو۔" ("خلافتِ راشدہ" — تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۱۴۱)

اب الگ الگ اُن احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے مندرجہ بالا نتیجہ نکالا گیا ہے۔ یہ سب احادیث جو صحاح ستّہ سے ماخوذ ہیں نہایت درجہ اہمیت کی حامل ہیں۔

## ۱

عرباض بن ساریہ کی روایت ہے کہ:-

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ذَاتَ یَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً ذَرَفَتْ مِنْھَا الْعُیُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْھَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَاَنَّ ھٰذِہٖ مَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْھَدُ اِلَیْنَا فَقَالَ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ فَتَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲۶)

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور جب نماز سے فارغ ہو چکے تو آپؐ نے ہمیں ایک وعظ کیا۔ وہ وعظ ایسا اعلیٰ درجہ کا تھا کہ اس سے ہمارے آنسو بہنے لگ گئے اور دل کانپنے لگے۔ اس پر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! معلوم ہوتا ہے یہ الوداعی وعظ ہے، آپ ہمیں کوئی وصیت کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَ الطَّاعَۃِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شیوہ بناؤ خواہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر حکمران کیوں نہ ہو۔ جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ لوگوں میں بہت بڑا اختلاف دیکھیں گے پس ایسے وقت میں میری وصیت تمہیں یہی ہے کہ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تم میری سنت اور میرے بعد میں آنے والے خلفاء الراشدین کی سنت کو اختیار کرنا۔ تَمَسَّکُوْا بِھَا تم اس سنت کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔ وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ اور جس طرح کسی چیز کو دانتوں سے پکڑ لیا جاتا ہے اسی طرح اس سنت سے چمٹے رہنا اور کبھی اس راستہ کو نہ چھوڑنا جو میرا ہے یا میرے خلفاء راشدین کا ہوگا۔ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ اور تم نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا۔ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ

ضَلَالَۃٌ۔ کیونکہ ہر وہ نئی بات جو میری اور خلفاء راشدین کی سُنّت کے خلاف ہو گی وہ بدعت ہو گی اور بدعت ضلالت ہوا کرتی ہے۔" (ترجمہ از "خلافتِ راشدہ" تقریر جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(۲)

اس کے مقابل پر دوسری احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قسم کے حُکّام کا ذکر کیا ہے جن سے غلطی بلکہ صریح کفر کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰى اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَلٰى اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء)

یعنی حضرت عبادۃ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ "ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن شرائط پر بیعت کی کہ جو ہمارے حاکم مقرر ہوں گے ان کے احکام کی ہم ہمیشہ اطاعت کریں گے خواہ ہمیں آسانی ہو یا تنگی اور چاہے ہمارا دل اُن احکام کے ماننے کو چاہے یا نہ چاہے بلکہ خواہ ہمارے حق وہ کسی اَور کو دلا دیں پھر بھی ہم اُن کی اطاعت کریں گے۔ اِسی طرح ہماری بیعت میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جب ہم کسی کو اہل سمجھ کر اس کے سپرد حکومت کا کام کریں گے تو اُس سے جھگڑا نہیں کریں گے اور نہ اُس سے بحث شروع کر دیں گے کہ تم نے یہ حکم کیوں دیا، وہ دینا چاہیئے تھا۔ ہاں چونکہ ممکن ہے کہ وہ حکام کبھی کوئی بات دین کے خلاف بھی کہہ دیں اس لئے اگر ایسی صورت ہو تو ہمیں ہدایت تھی کہ ہم سچائی سے کام لیتے ہوئے انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کر دیں اور خدا کے دین کے متعلق کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ جو لوگ حکومت کے اہل ہوں اور ان کے سپرد یہ کام تمہاری طرف سے ہو چکا ہو اُن سے تم کسی قسم کا جھگڑا نہ کرو مگر یہ کہ تم اُن سے کُھلا کُھلا کفر صادر ہوتے ہوئے دیکھ لو۔ ایسی حالت میں جبکہ وہ کسی کُھلے کفر کا ارتکاب کریں اور قرآن کریم کی نصِ صریح

تمہاری تائید کر رہی ہو تو تمہارا فرض ہے کہ تم اس خلافِ مذہب بات میں اُن کی اطاعت کرنے سے انکار کر دو اور وہی کرو جس کے کرنے کا تمہیں خدا نے حکم دیا ہے۔" (ترجمہ بحوالہ "خلافتِ راشدہ" مطبوعہ تقریرِ جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ص ۱۳۶)

(۳)

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ :-

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ - لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ - اِلَّا مَنْ وُلِّيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِيْ شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَاْتِيْ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء)

"حضرت عوف بن مالک الاشجعی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم اُن پر درود بھیجو اور اُن کی ترقیات کے لئے دعائیں کرو اور وہ تم پر درود بھیجیں اور تمہاری ترقیات کے لئے دعائیں کریں۔ اور بدترین حکام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ تم اُن پر لعنت ڈالو اور وہ تم پر لعنت ڈالیں۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! جب ایسے حکمران ہمارے سروں پر مسلط ہو جائیں تو کیوں نہ ہم اُن کا مقابلہ کر کے اُنہیں حکومت سے الگ کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا مَا اَقَامُوا الصَّلٰوةَ فِيْكُمْ - لَا مَا اَقَامُوا الصَّلٰوةَ فِيْكُمْ - ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ جب تک وہ نماز اور روزہ کے متعلق تم پر کوئی پابندی عائد نہ کریں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نہ روکیں تم اُن کی اطاعت سے ہرگز منہ نہ موڑو۔ اَلَا مَنْ وُلِّيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِيْ شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَتِهٖ - سنو جب تم پر کسی کو حاکم بنایا جائے اور تم دیکھو کہ وہ

بعض امور میں اللہ تعالیٰ کی معصیت کا ارتکاب کر رہا ہے تو تم اپنے دل میں اُس کے اِن افعال سے سخت نفرت رکھو مگر بغاوت نہ کرو۔" (خلافت راشدہ مطبوعہ تقریر جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ص۱۳۵)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی بہر حالت لازمی اطاعت کا اور دوسرے حکام کی مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے۔

۴

جہاں تک دینی نظاموں کے سربراہوں یعنی انبیاء اور خلفاء راشدین یا مجددینِ اُمت کا تعلق ہے ان کے متعلق تو جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ہمیں خلافِ دین حکم دے سکتے ہیں۔ دنیوی حکام کی اطاعت بھی لازم ہے لیکن مشروط۔ اب سوال یہ ہے کہ دینی نظام کے چھوٹے افسران کی اطاعت کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کی بھی اطاعت کا ہی حکم ہے اور چونکہ ان کے اُوپر انبیاء، خلفاء راشدین یا مجددینِ اُمت نگران موجود ہوتے ہیں اس لئے اُن کی غلطیوں کو فوراً درست کروایا جا سکتا ہے۔ پس اُن کی بھی لازمی اطاعت کا حکم ہے۔ ہاں اگر وہ غلطی کریں تو انبیاء، خلفاء راشدین یا مجددین میں سے جو بھی امامِ وقت ہو اُس کی طرف رجوع کیا جائے۔ جو شخص دینی نظام کے چھوٹے افسران کی انہیں چھوٹا سمجھ کر نافرمانی کرتا ہے در اصل وہ امامِ وقت کا نافرمان سمجھا جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے کہ:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَ مَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَیُتَّقٰی بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری اطاعت کی اُس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے (میرے قائم کردہ نظام کے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ اور واضح ہو کہ امام (یا خلیفہ) ڈھال کی مانند ہے جس کے پیچھے ہو کر جنگ (ظاہری یا روحانی یا علمی) کی جاتی ہے اور جس کے ذریعہ سے (شرور تکالیف

بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ وِزْرًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ ۔ کتاب الامارۃ و القضاء)

بچا جاتا ہے (اور امن و عافیت حاصل کی جاتی ہے) پس اگر وہ خدا سے ڈر کر اس کے حکم کے مطابق حکمرانی کرے اور انصاف سے کام لے تو اُس کو اِس کے سبب اجر ملے گا اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

اِس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ دینی نظام کے چھوٹے سے چھوٹے افسر کی نافرمانی اس دینی نظام اور اس کے سربراہ سے سرتابی کے مترادف ہے۔ دشمنوں سے ہر قسم کا مقابلہ امامِ وقت اور اس کے قائم کردہ نظام کی ہدایات کے تحت ہونا چاہیئے۔ اگر چھوٹے افسران چھوٹے موٹے معاملات میں کسی غلطی کا ارتکاب بھی کریں تب بھی ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اُن کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے کیونکہ وہ افسران اپنے تمام کاموں میں خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہیں۔ پس اُن کا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑنا چاہیئے اور اپنا فریضۂ اطاعت بہر صورت بجا لانا چاہیئے۔ ہاں کسی اہم غلطی کو نظام کے اعلیٰ ترین افسران تک ضرور پہنچا دینا چاہیئے اور اِس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔

## ۵

دینی نظاموں میں بعض اوقات بعض افراد چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اپنے امراء یا افسران سے ناراض ہو کر نظام سے عدم تعاون یا ظاہری یا باطنی علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں اُن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ۔ باب الامارۃ والقضاء)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنے امیر کی طرف سے کوئی ایسی بات دیکھے جو اُس کو ناگوار ہو تو صبر کرے اس لئے کہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی جدا ہوا اور اسی حال میں مر جائے تو اُس کی موت ایامِ جاہلیت کی سی موت ہوگی اور اسلام کی برکات سے اس نے کوئی حصہ نہیں پایا۔ (بخاری و مسلم)

اِس حکم کی موجودگی میں ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے نظام کے بعض افسران یا امراء سے بعض باتوں میں ناراض ہو کر اپنے نظام سے ہی قلبی طور پر ذرا پرے ہٹ جاتے ہیں یا کسی امام کے پیچھے

نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں یا تعاون کا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۶)

امراء، افسران و حکّام کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی عملداری کو امرِ معروف تک محدود رکھیں۔ یعنی اُن کے احکام اُس دائرے تک محدود رہیں جو اُن کے منصب کے لئے دینی یا ملکی قانون نے مقرر کیا ہے اور اِسی کو امر معروف کہتے ہیں۔ اگر کوئی حاکم یا امیر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے یا امرِ معروف کے دائرے سے نکل جائے تو اس کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ مثلاً کوئی امیر کسی عورت کو حکم دے کہ فلاں جگہ شادی کر لو۔ اب یہ امر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت اور اس کے ولی کی رضامندی پر موقوف رکھا ہے نہ کہ امیر کے حکم پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَۃَ فِیْ مَعْصِیَۃٍ اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت واجب نہیں۔ اطاعت صرف نیک اور معروف کاموں میں واجب ہے۔ متفق علیہ۔

باقی گناہ کے حکم کا معیار پہلے گزر چکا ہے کہ جس کے خلاف ہمارے پاس قرآن کریم کی نصِ صریح (بُرہان) موجود ہو۔

(۷)

جماعتِ احمدیہ کی تعلیم کے مطابق سٹرائکوں میں حصّہ لینا منع اور خلافِ شریعت ہے سوائے اِس کے کہ خود قانونِ وقت اس کی اجازت دیتا ہو خواہ ہماری حق تلفی ہی ہو رہی ہو۔ اپنے حقوق کو لینے کے لئے اور اپنے اُوپر سے مظالم کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ نے جائز دنیوی راستوں کے علاوہ ایک آسمانی راستہ بھی مقرر کیا ہے۔ ملک میں یا جماعت میں فساد اور بغاوت کا ارتکاب بہرصورت منع ہے۔ ہاں ظلم اور حق تلفی کی صورت میں یہ حکم ہے کہ اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ تب اسلام کا زندہ خدا تمہارے لئے آسمان سے خود مدد نازل فرمائیگا تمہارا طرزِ عمل اگر اسلام کے احکام کے مطابق ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو قبول کر کے خود عافیت کے سامان کر دے گا۔

اِس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں کہ:-

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً وَّ اُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا فَقَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم میرے بعد دیکھو گے کہ نا اہل لوگوں کو تم پر ترجیح دی جا رہی ہے اور بہت سے ایسے امور دیکھو گے جنہیں تم بُرا سمجھو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسی صورت میں آپ ہمیں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم افسران اور حکام کا حق اطاعت انہیں ادا کرو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

(۲) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَاَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَاءُ يَسْئَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ۔ رَوَاهُ الْمُسْلِمُ

(مشکوٰۃ۔ باب الامارۃ و القضاء)

اور حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ سلمہ بن یزید جعفی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے خدا کے نبی آپ اس معاملہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں اگر ہم پر ایسے امراء اور حکام یا افسران مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارے حقوق سے انکار کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کے احکام کو سنو اور اطاعت کرو کیونکہ اُن پر وہ بات فرض ہے جو اُن کے ذمہ ڈالی گئی ہے اور تم پر وہ امر (یعنی اطاعت) جو تم پر ڈالا گیا ہے۔

(مسلم)

## ۸

خلفاء کے انتخاب کے وقت اگر تفرقہ پیدا ہو جائے اور دو خلیفوں کی بیعت ہو جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے تصرف سے مقدم کر دیا ہو اور اس کی بیعت پہلے ہوئی ہو اُس کی بیعت کرو اور دوسرے سے جس کی بیعت بعد میں ہوئی ہو جنگ کرو یا قطع تعلق کرو فرماتے ہیں:۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو خلیفوں کی

إِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخِرَ مِنْهُمَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ)

بیعت ہو جائے تو دوسرے خلیفہ سے جنگ کرو (یا اس سے قطع تعلق کرو۔)

یہ جنگ یا قتال بہرحال اُس امام وقت کے زیرِ ہدایت ہی ہونا چاہیئے جس کی پہلے بیعت ہوئی ہو۔

## ۹

بعض منافق طبع لوگ بعض اوقات جماعت میں انتشار پیدا کرتے ہوئے اُس کی وحدت اور اتفاق میں شگاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگوں سے خبردار رہنے اور اُن سے قتال یا قطع تعلق کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

عَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ آتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ اَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عرفجہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے اور (امام وقت یا نظام کے خلاف بات کرے اور) حالت یہ ہو کہ تم سب ایک امیر اور ایک خلیفہ کی اطاعت پر متحد ہو اور وہ (فتنہ انگیز) تمہارے اتفاق و اتحاد کو توڑنے کا ارادہ کرے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دینا چاہتا ہو تو اس (فتنہ انگیز) کو قتل کردو (یا اس سے قطع تعلق کردو) (مسلم)

## ۱۰

جہاں اسلام نے اطاعت شعاری کے متعلق اس قدر اصرار سے احکام بیان کئے ہیں وہاں ان افسران، امراء، حکام، یا اساتذہ کو بھی جن کی اطاعت عوام الناس پر فرض کی گئی ہے تاکید کی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں خیانت، ظلم، اور ناانصافی سے بچیں۔ اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں اگر کوئی خیانت سے کام لے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سزا کا مستحق ہو گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ وَالٍ وَلِيَ رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ

حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ کوئی حاکم یا افسر یا امیر جو مسلمانوں کی سرداری (اور ان کے مفاد کی نگرانی اور ادائیگی)

لَهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ (مشکوٰۃ)

کو اپنے ہاتھ میں لے اور اس حالت میں مرے کہ وہ اپنے اس فرض کی ادائیگی میں خیانت سے کام لے رہا ہو تو خدا تعالیٰ اس پر جنّت حرام کر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث کی موجودگی میں تعجّب آتا ہے ان لوگوں پر جو عہدوں کی (خصوصاً دینی نظام میں) خواہش کرتے ہیں اور جب کوئی عہدہ اور ذمّہ داری ان کے سپرد ہو جائے تو کما حقّہٗ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوشش نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کے ہر فرد کو اس قسم کی و دیگر تمام اقسام کی خیانتوں اور بے انصافیوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے اور اسلام کی تعلیم کے مطابق سمعًا و طاعةً کا صحیح اور کامل نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثمّ آمین برحمتك یا ارحم الرّاحمین۔

---

# اسلام سے کیا مراد ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اپنے آپ کو ہر آن خدا کا محتاج جاننا اور اُس کے آستانہ پر بھروسہ رکھنا ہی اسلام ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان ہو کر اسلام کے طریق کو اختیار نہیں کرتا اور اس پر قدم نہیں مارتا تو پھر اُس کا اسلام ہی کیا ہے؟۔ اسلام نام ہے خدا کے آگے گردن جُھکا دینے کا ..... اِس جماعت میں داخل ہو کر اوّل تغیّر زندگی میں یہ کرنا چاہیئے کہ خدا پر ایمان سچّا ہو کہ وہ ہر مصیبت میں کام آتا ہے۔ پھر اُس کے احکام کو نظرِ خفّت سے ہرگز نہ دیکھا جاوے بلکہ ایک ایک کلمہ کی تعظیم کی جاوے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جاوے۔" (البدر ۸ر دسمبر ۱۹۰۳ء)

# کلیسیائے انگلستان کی ناگفتہ بہ حالت

## برطانیہ میں عیسائیت کی ناکامی کا عبرتناک منظر

کلیسیائے انگلستان کے نامی گرامی پادری ڈاکٹر جان رابنسن نے جو وول وچ کے بشپ ہیں گذشتہ سال ایک کتاب لکھی تھی جو مارچ ۱۹۶۳ء میں "Honest to God" کے نام سے پہلی بار شائع ہوئی۔ اُس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ برطانیہ بھر میں ایک تہلکہ سا مچ گیا۔ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ ایک ماہ کے اندر اندر اُس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے۔ اُس میں ڈاکٹر جان رابنسن نے الوہیتِ مسیح، مسیح کی صلیبی موت، اور کفارہ وغیرہ کے مروّجہ عیسائی عقائد کے بارہ میں لکھا تھا کہ یہ عقائد آجکل کے سائنسی دَور میں ہرگز قابلِ قبول نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ عیسائیت اِس زمانہ میں یکسر بے اثر ہوکر تسخیرِ قلوب کی اہلیت کھو چکی ہے۔ انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ جب تک ہم پوری دیانتداری سے کام لے کر خدا کے متعلق مروّجہ عیسائیت کے مضحکہ خیز تصوّر کو خیرباد نہیں کہیں گے اُس وقت تک عیسائیت کے یکسر نابود ہونے کا خطرہ دُور نہیں ہوگا۔ (حوالہ کے لئے دیکھیں ماہنامہ انصار اللہ جون ۱۹۶۳ء)

ڈاکٹر جان رابنسن کو بشپ کے ممتاز کلیسیائی عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود خود مروّجہ عیسائیت کی تردید میں ایسی بات لکھنے کی کیسے جرأت ہوئی اور ملک بھر میں خود ایک بشپ کے قلم سے عیسائیت کی اس تردید کو کیسے گوارا کر لیا گیا؟ دراصل اِس قدر بے باکی سے عیسائیت کی تردید میں اُن کا قلم اُٹھانا ہی اس امر کا ثبوت تھا کہ خود برطانیہ میں (جہاں کے پادریوں اور مشنریوں نے گزشتہ صدی کے دوران مشرقی ممالک میں عیسائیت کو فروغ دینے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی) عیسائیت ناکام ہو چکی ہے اور اہلِ برطانیہ کا عیسائیت پر سے ایمان و اعتقاد اُٹھ چکا ہے۔ چنانچہ مشہور امریکی ہفت روزہ رسالہ "ٹائم" نے اپنی ۱۶ر اگست ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں برطانیہ کی مذہبی حالت پر ایک دلچسپ مضمون شائع کر کے اِس کی تصدیق کر دی۔ یہ مضمون رسالہ مذکور کے مذہبی حصّہ میں شائع ہوا اور اس کا عنوان تھا "گرجوں کی خالی نشستیں"، اِس میں کلیسیائے انگلستان کی ناگفتہ بہ حالت پر روشنی ڈال کر برطانیہ میں عیسائیت کی ناکامی

کا عبرتناک منظر پیش کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم مضمون کے بعض ضروری اقتباسات کا مفہوم پیش کرتے ہیں۔ اِن اقتباسات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج کلیسیائے انگلستان کیسے پُرمحن حالات میں سے گزر رہا ہے۔

---

مضمون کے آغاز میں اِس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ برطانیہ نے اپنے زمانۂ عروج میں دنیا کے مختلف حصّوں میں عیسائیت کی داغ بیل ڈالنے اور اسے پروان چڑھانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی لیکن آج خود برطانیہ میں عیسائیت کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی ہیں حتّٰی کہ کلیسیائے انگلستان آج ایک نازک اور مایوس کن صورتِ حال سے دوچار ہے۔ چنانچہ مضمون نگار رقمطراز ہے :۔

برطانوی سلطنت ایک بحرِ زخّار کی طرح کرۂ ارض پر اُبھری جس کی موجیں صدیوں تک آگے ہی آگے بڑھتی اور پھیلتی رہیں لیکن مدّ و جزر کے اصول کے تحت جب یہ واپس لَوٹنے پر آئیں تو دس بیس سال کے اندر اندر بڑی تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹتی اور سمٹتی چلی گئیں۔ غیر علاقوں کے جس جس حصّۂ زمین سے بھی یہ ٹکرائیں وہیں ایک چرچ چھوڑ گئیں۔ سلطنت بے شک ختم ہو گئی لیکن انگلش انداز کا چرچ ہر جگہ بدستور قائم رہا ..... آج صورت یہ ہے کہ اِن سب علاقوں میں انگلش چرچ پھل پھول رہا ہے لیکن برطانیہ میں اِس کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔

آگے چل کر کلیسیائے انگلستان کی بے بسی اور برطانیہ میں عیسائیت کی ناکامی کا نقشہ کھینچتے ہوئے مضمون نگار مزید رقمطراز ہے :۔

ڈرلٹن کے بشپ دی رائٹ ریورنڈ ایڈورڈ رالف وکہم کا کہنا ہے کہ "سوال یہ نہیں ہے کہ کلیسیائے انگلستان کے قبضہ سے میدان نکل رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ میدان پہلے ہی ہمارے قبضہ سے نکل چکا ہے" ——— کلیسیائے انگلستان سے تعلق رکھنے والے باقاعدہ درج شدہ ممبروں کی تعداد ۲ کروڑ ۔ ۷ لاکھ ہے۔ ان میں سے صرف تیس لاکھ افراد ایسے ہیں جو گرجا میں جانے کے عادی ہیں اور وہ بھی (ہر اتوار نہیں) بلکہ سال میں صرف ایک دفعہ کیتھیڈرل کے ڈین چند ایک خاموش زائرین کی موجودگی میں اپنی شاہانہ "سروس" کا اہتمام کرتے ہیں۔ "سروس" کے دوران معلوم یوں ہوتا ہے کہ سب کچھ خلا میں ہی انجام پا رہا ہے۔

"ٹائم" نے ساؤتھ وارک کیتھڈرل میں ۴ر اگست ۱۹۶۳ء کو منعقدہ سروس کا فوٹو بھی شائع کیا ہے تصویر میں خال خال گنتی کے چند خوش اعتقاد عیسائی کچھ مرد اور کچھ عورتیں اپنی نشستوں کے آگے کھڑے پادری کا وعظ سُن رہے ہیں۔ باقی کیتھڈرل کا وسیع و عریض ڈھنڈار ہال اور اس کی لاتعداد خالی نشستیں اہلِ برطانیہ کی عیسائیت سے بیزاری اور کلیسیائے انگلستان سے لاتعلقی پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہی ہیں۔ "ٹائم" نے تصویر کے نیچے اشارہ کے رنگ میں حسب ذیل الفاظ درج کئے ہیں "مایوس کن دُور پُر محن"۔۔۔ آگے چل کر کلیسیائے انگلستان کی بے بسی کی طرف مزید اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے :-

کلیسیائے انگلستان کا اونچے طبقوں پر اثر نہ ہونے کے برابر ہے۔ اونچے طبقہ کے لوگ اگر (نسبتاً) بااخلاق ہیں تو اس لئے نہیں کہ کلیسیا اُنہیں بااخلاق ہونے کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اس لئے کہ ایک شریف آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

مضمون نگار نے آگے چل کر لکھا ہے کہ برطانیہ کے لاٹ پادری (آرچ بشپ آف کنٹربری) ڈاکٹر رامزے اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ملک میں ایسے لوگوں کی خاصی تعداد موجود ہے جن کے تعاون سے صورتِ حال پر قابو پایا جاسکتا ہے لیکن کلیسیا کے دوسرے پادری اس بارہ میں اُن کے ہم خیال نہیں ہیں۔ ان پادریوں کے نزدیک حالات یکسر قابو سے باہر ہو چکے ہیں اور اب ان کے سُدھرنے کی اُمید نہیں ہے اس لئے وہ بہت نرم رویّہ اختیار کرنے کی طرف مائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

اس جدّوجہد کے بارہ میں لاٹ پادری کے برعکس انگلستان کے بہت سے پادریوں کا رویّہ مضبوطی کا آئینہ دار نہیں ہے۔ تقریباً ہر ہفتہ لندن کے اخبارات کو کسی نہ کسی پادری کے ایسے الفاظ جلی عنوانات کا مواد فراہم کر دیتے ہیں جو وہ عیسائیت کو زندگی کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش میں کہہ گزرتا ہے مثلاً یہی کہ یک جنسی اختلاط نیز زنا اور طلاق کو گوارا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک انگلیکن بشپ نے حال ہی میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہمیں موجودہ حالات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کم از کم اس عرصہ کے لئے جب تک کہ موجودہ نسل زندہ ہے "خدا" کا لفظ استعمال کرنا ہی ترک کر دینا چاہیئے۔ یہ نتیجہ ہے غالباً اس صورتِ حال کا کہ شادی بیاہ اور تدفین کے مواقع کے سوا ہر اتوار کو لندن کے گرجے اتنے ہی خالی ہوتے ہیں جتنا کہ دیہات کے وہ ۸ ہزار گرجے جو ازمنۂ وسطیٰ سے (آثارِ قدیمہ کی شکل میں) غیر آباد چلے آرہے ہیں۔

برطانیہ میں عیسائیت کی ناکامی کا یہ عبرتناک منظر اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے

کہ اِس صورتِ حال کی ذمہ داری الوہیتِ مسیح، مسیح کی صلیبی موت، اور کفارہ وغیرہ کے باطل عقائد پر عائد ہوتی ہے خلائی دَور کا ترقی یافتہ ذہن بھلا ایسے توہمات کو کیسے قبول کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برطانیہ کا عوامی ذہن اِن توہمات کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر کے نہ صرف اِن سے بلکہ خود چرچ سے لاتعلقی کا اظہار کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ اور یہی وہ اصل حالات ہیں جن سے متاثر ہو کر ڈاکٹر جان رابنسن ایسے نامور بشپ کو اپنی کتاب میں عیسائیت کے مروجہ عقائد پر بھرپور وار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں ہوئی اور عوام نے بھی برہمی کا اظہار کرنے کی بجائے اسے ہنسی خوشی گوارا کر لیا۔

---

اگر دیکھا جائے تو خود عیسائیت کے گڑھ برطانیہ میں عیسائیت کی یہ ناکامی ایک زبردست نشان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ وہی برطانیۂ عظمیٰ ہے جہاں کے پادریوں نے آج سے ستّر سال قبل برّصغیر کو عیسائی بنا کر ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اِسی لندن شہر میں (جہاں سے گزشتہ سال بشپ رابنسن نے عیسائیت کے مروجہ عقائد کے خلاف کتاب شائع کی تھی اور اب جہاں کے لوگوں کی عیسائیت سے بیزاری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے) ۱۸۹۴ء میں اینگلیکن کمیونین کے پادریوں کی بہت وسیع پیمانے پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس میں نہ صرف انگلستان کے بلکہ دنیا کے اُن تمام دُور و دراز ممالک کے نمائندہ پادری شریک ہوئے تھے جہاں کلیسیائے انگلستان کے زیرِ انتظام عیسائیت کی تبلیغ ہو رہی تھی۔ اُس میں ایس۔ پی۔ جی۔ کالج ترچناپلی (مدراس) کے پرنسپل دی ریورنڈ تھامس ہینتھ وے ڈاڈسن نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:۔

> "وہ میدانِ جنگ جس پر تمام متمدن دنیا کے سامنے آخر کار عیسائیت کی فوقیت اور بالادستی کا فیصلہ ہونیوالا ہے ہندوستان کی سرزمین ہے۔ ہندوستان، ہندو دھرم، بدھ مت، اور اسلام کے ایک مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں محض منطقی دلائل، توہمات، اور بُت پرستی کے جاہلانہ طریقوں سے ہی عیسائیت کا مقابلہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسیح کی فوج کو جس طرح بیک وقت متعدد دشمن نوع فلسفوں کا ہندوستان میں مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے دنیا کے اور کسی حصہ میں نہیں کرنا پڑ رہا!" (آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف اینگلیکن کمیونین ۱۸۹۴ء صفحہ ۳۹۲)

انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی کر ڈالی کہ بالآخر عیسائیت برّصغیر میں غالب آکر رہے گی اور اِس طرح ساری متمدن دنیا کے سامنے عیسائیت کی فوقیت اور بالادستی ثابت ہوئے بغیر نہ رہے گی چنانچہ انہوں نے مدراس کے گورنر سر چارلس ٹریویلین کے الفاظ دہراتے ہوئے اعلان کیا:۔

"بہت سے لوگ ہندوستان کے عیسائیت کی آغوش میں آنے کے طریق کار کے متعلق غلط فہمی

میں مبتلا ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے عیسائیت کی آغوش میں آنے کا واقعہ آخری مرحلہ میں بہت وسیع پیمانہ پر ظہور میں آئے گا بالکل اُسی طرح جس طرح کہ ہمارے آباؤ اجداد نے عیسائیت قبول کی تھی۔ عیسائیت کی تعلیم مختلف طریقوں اور ذرائع سے ملک میں سرایت کریگی مثلاً براہ راست مشنری تعلیم و تدریس کے ذریعہ، بالواسطہ طور پر مختلف قسم کی کتابوں کے ذریعہ، پبلک لیکچروں اور مقالوں کے ذریعہ، یورپی لوگوں کیساتھ تبادلۂ خیالات کے ذریعہ، الغرض ہر اُس ممکن طریقہ سے جس کے ذریعہ کوئی بھی علم پھیلتا اور دوسروں تک پہنچتا ہے عیسائیت اندر ہی اندر اپنے لئے جگہ بناتی چلی جائیگی۔ جب آخر کار معاشرہ میں مسیحی علم اچھی طرح رچ جائیگا اور رائے عامہ حتمی طور پر اسکے حق میں ہو جائیگی تو ہندوستان کے رہنے والے ہزاروں ہزار کی تعداد میں عیسائیت قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے "۔

(آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس ۱۸۹۴ء صفحہ ۳۸۶)

یہ کتنا محیر العقول انقلاب ہے کہ آج سے ستر سال قبل برصغیر کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنا کر ساری متمدن دُنیا پر عیسائیت کی فوقیت اور بالا دستی ثابت کرنیوالے برطانوی پادریوں کے اپنے ملک میں آج عیسائیت کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ برصغیر کو عیسائیت کی آغوش میں لانا تو کجا آج انہیں خود اپنے وطن میں عیسائیت کو سنبھالا دینا مشکل نظر آرہا ہے۔ لوگ دن بدن عیسائیت سے بیزار ہو کر الوہیتِ مسیح، مسیح کی صلیبی موت اور کفارہ کے عقیدہ کو خیر باد کہتے چلے جا رہے ہیں۔ وہاں کے گرجا گھر غیر آباد اور عیسائیت کا اعتقادی سرمایہ روز بروز برباد ہو رہا ہے۔

---

کیا یہ صورتِ حال حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی صداقت کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت فراہم نہیں کر رہی؟ آپ نے آج سے ستر سال قبل اسی برصغیر کی سرزمین سے جبکہ برطانیہ کے پادری اور مشنری عیسائی بنانے کے خواب دیکھ کر ہوائی قلعے تعمیر کر رہے تھے ایک دنیا کو مخاطب کر کے اِس خدائی بشارت کا اعلان کیا تھا کہ عیسائیت اب دن بدن زوال پذیر ہوتی چلی جائیگی اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر کے رکھ دیگا۔ آپ نے جس آسمانی بشارت کا اعلان فرمایا تھا وہ خود آپ ہی کے الفاظ میں یہ ہے :-

"میں ہر دم اِس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے۔ ۔ ۔ میں کبھی کا اِس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا آقا قادر و توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے، غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے، مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئیگی اور نیز اُس کا بیٹا اب ضرور مریگا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اسکے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سو اب اُس نے

چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے۔ سو اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھیگا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ چلے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونیوالے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام، اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہیگا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دیگا، لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

آج خود برطانیہ میں عیسائیت جس حالت کو پہنچ چکی ہے اُس کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ مریم اور اُس کے بیٹے عیسیٰ کی معبودانہ زندگی پر موت نہیں آئی؟ کون کہہ سکتا ہے کہ خدا کے ایک ہی ہاتھ نے کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر کے نہیں رکھ دیا؟ کہاں ہے کلیسیائے انگلستان کا وہ مصنوعی خدا اور اس کا مصنوعی کفارہ؟ جب خود کلیسیائے انگلستان کے نامی گرامی پادری برطانیہ میں عیسائیت کی ناکامی کا رونا رو رہے ہیں تو پھر کسی اور کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کی تردید کرے۔

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کی پیشگوئی کے بموجب اللہ تعالیٰ کی آسمانی تقدیر کے بروئے کار آنے سے نہ صرف برطانیہ سے بلکہ یورپ، ایشیا، اور افریقہ کے ہر ملک اور ہر علاقہ سے عیسائیت کی صف لپیٹی جا رہی ہے اور ہر جگہ ہی غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ وہ وقت یقیناً اب قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ پھر روئے زمین پر ایک ہی مذہب ہوگا یعنی اسلام اور ایک ہی پیشوا ہوگا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ذالك تقدير العزيز العليم۔

بچوں کا صفحہ

# بُری عادتیں چھوڑنے کا زمانہ!

آج سے پچپن سال پہلے کی بات ہے کہ حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے مدرسہ احمدیہ کے چھوٹے بچوں کو قادیان کی مسجد مبارک میں بلا کر انہیں بعض نصیحتیں فرمائیں۔ وہ نصیحتیں بہت ہی قیمتی ہیں اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل۔ اُن میں سے ایک نصیحت ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ بچوں کو چاہیئے کہ اسے بہت توجہ اور غور سے پڑھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ بہت ہی کام کی بات ہے۔ اگر وہ اِس پر عمل کریں گے تو اُن کی زندگیاں بدل جائیں گی۔ وہ نیک بن جائیں گے۔ خدا اُن سے پیار کرنے لگے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رض نے بچوں کو نہایت محبت بھرے انداز میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تم جانتے ہو برسات میں جب آم کی گٹھلیاں زمین میں اُگ آتی ہیں تو بچے اکھیڑ کر اُن کی پیپیاں بناتے ہیں۔ لیکن اگر اُس آم کی گٹھلی پر پانچ چھ برس گزر جاویں تو باوجود یکہ یہ لڑکا بھی پانچ چھ برس گزرنے پر جوان اور مضبوط ہو جاوے گا لیکن پھر اس کا اُکھیڑنا دشوار ہوگا۔ بس معلوم ہوا کہ جب تک جڑ زمین میں مضبوطی کے ساتھ نہ گڑ جائے اُس وقت تک اکھیڑنا آسان ہے اور جڑ مضبوط ہو جانے کے بعد دشوار۔ عادات و عقائد بھی درخت کی طرح ہوتے ہیں۔ بُری عادات کا اب اُکھیڑنا آسان ہے لیکن جڑ پکڑ جانے کے بعد انہیں اُکھیڑنا یعنی ان کا ترک کرنا ناممکن ہوگا۔ بعض بچوں کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ اگر شروع سے ہی اس کو دُور نہ کرو گے تو پھر اس کا دُور کرنا مشکل ہوگا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جن کو بچپنے میں جھوٹ کی عادت پڑ گئی ہے پھر عالم فاضل ہو کر بھی اُن سے جھوٹ کی عادت نہیں چھوٹی ہے۔"

(بدر ۲۸ جنوری ۱۹۰۹ء)

بچوں کو چاہیئے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نصیحت کو پلّے باندھ لیں اور اس پر دل و جان سے عمل کریں۔ سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ کوئی بُری عادت اپنے اندر پیدا ہی نہ ہونے دیں۔ لیکن خدانخواستہ اگر کسی بچّے میں کوئی بُری عادت مثلاً جھوٹ، غیبت، چوری، چغل خوری وغیرہ پائی جاتی ہو تو وہ فوراً اُسے چھوڑ دے۔ بُری عادتیں چھوڑنے کا یہی زمانہ ہے ورنہ ——— پھر پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب بچّوں کو بُری عادتوں سے بچائے اور اگر کسی بچّے میں کوئی بُری عادت پائی جاتی ہو تو اُسے چھوڑنے کی توفیق بخشے۔ تا وہ بڑا ہو کر اسلام کا سچّا اور بہادر سپاہی بن سکے۔

آمین +

# خدا کو خاکساری پسند ہے

(حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام)

تکبّر سے نہیں ملتا وہ دلدار ملے جو خاک سے اُس کو ملے یار
کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اُسکو پاوے
پسند آتی ہے اُس کو خاکساری تذلّل ہے رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

(درّ ثمین - اُردو)

اھم مرکزی اعلانات

# قیادت وقفِ جدید انصار اللہ کا قیام

مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے یہ اعلان ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء کی یہ سفارش منظور فرمائی ہے کہ:-

"جس طرح تحریک جدید کے دفتر دوم کی خاص اعانت کی ذمہ داری مجلس خدام الاحمدیہ پر ڈالی گئی ہے اسی طرح وقفِ جدید کی خاص اعانت کی ذمہ داری مجلس انصار اللہ پر ڈالی جائے جو اس امر کی نگرانی کرے کہ وقفِ جدید کے مالی جہاد میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تعمیل میں ہر فردِ جماعت کم از کم چھ روپے سالانہ ادا کرے البتہ صاحبِ حیثیت احباب مزید چھ روپے سے زیادہ اپنی مالی استطاعت کے شایانِ شان حصہ لیں۔"

اس کام کی اہمیت کے پیشِ نظر صدر محترم مجلس انصار اللہ نے "وقفِ جدید" کے نام سے ایک نئی قیادت قائم کرنے کی منظوری عطا فرمائی ہے اور اس قیادت کا قائد مکرم پروفیسر محمد ابراہیم صاحب ناصر کو مقرر فرمایا ہے۔ زعماء اعلیٰ / زعماء صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے ہاں نائب زعیم وقفِ جدید مقرر کر کے صدر محترم سے منظوری حاصل فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عہدیداران کو صحیح معنوں میں خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

# انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹ کارگذاری

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجالس انصار اللہ میں اشاعتِ دین، تربیتِ نفوس، قرآن مجید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درس اور دیگر روحانی کام جاری ہیں اور ہر مجلس اپنی وسعت کے مطابق اس کارِ خیر کی سرانجام دہی میں مصروف ہے مگر مرکز میں بعض مجالس کی طرف سے کارگذاری کی رپورٹ موصول نہیں ہوتی جس کی وجہ سے مرکز مجالس کی نیک مساعی سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ عہدیدارانِ انصار اللہ سے گزارش ہے کہ وہ بروقت رپورٹ کارگزاری بھجوانے کا اہتمام فرماویں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ مرکز کی طرف سے گذشتہ ماہ کی رپورٹ کارگذاری بھجوانے کیلئے ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے۔ زعماء اس کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

# زعماء کرام انصار اللہ کی خدمت میں ضروری گزارش

زعماء کرام انصار اللہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ حسب ذیل سوالات کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا وہ خود اور اُن کی مجالس جذبۂ ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے مفوضہ فرائض سر انجام دے رہی ہیں :۔

۱۔ کیا آپ باقاعدگی سے بیکاروں کو روزگار دلانے کی سعی فرما رہے ہیں ؟

۲۔ کیا آپ کی مجلس نادار مریضوں کے علاج کی طرف خصوصیت سے توجہ دے رہی ہے ؟

۳۔ کیا آپ کی مجلس کے جملہ اراکین بیماروں کی عیادت کرنے میں مستعد ہیں ؟

۴۔ کیا آپ کی مجلس کے اراکین اپنے جسموں، لباسوں اور گھروں کو صاف ستھرا رکھنے کے علاوہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے ہیں ؟

۵۔ کیا آپ کی مجلس وبائی بیماریوں کی روک تھام کے لئے مکھی اور مچھروں کے انسداد کی تدابیر اختیار کرتی ہے ؟

۶۔ کیا آپ کی مجلس کے اراکین اُن ننھے پودوں کی باقاعدگی سے دیکھ بھال کر رہے ہیں جو شجر کاری کے ایام میں لگائے گئے تھے ؟

۷۔ کیا آپ کی مجلس میں فرسٹ ایڈ سکھانے کا کوئی انتظام ہے ؟

۸۔ کیا آپ کی مجلس میں گم شدہ اشیاء کو متعلقہ اشخاص تک پہنچانے کا انتظام ہے ؟ (قائد ایثار)

---

# قیادتِ ایثار کی رُوح

قیادتِ ایثار کی روح یہ ہے کہ جو شخص بھی جس کام کے لئے موزوں ہو اُس سے ایک نظام کے تحت باقاعدگی سے کام لیا جائے۔ تاکہ ضرورت مندوں کو بر وقت اور معیّن شکل میں امداد پہنچائی جائے۔ اس مقصد کے لئے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے :۔

"اور جو شخص جس کام کیلئے موزوں ہو اُس کیلئے اُس سے نصف گھنٹہ روزانہ کام لیا جائے۔ یہ نصف گھنٹہ کم سے کم وقت ہے اور ضرورت پر اس سے زیادہ وقت لیا جا سکتا ہے۔ یا یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ کسی سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے ہفتہ میں دو چار دن لئے جائیں۔" (قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

# اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو ادھورا ایمان کسی کام نہ آئے گا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :-

”یاد رکھو ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ادھورا ایمان ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اگر ایمان کامل ہو تو اعمال صالحہ سرزد نہ ہوں ؟ اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو ورنہ کسی کام کا نہ ہوگا۔ لوگ اپنے ایمان کو پورا ایمان تو بناتے نہیں پھر شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں وہ انعامات نہیں ملتے جن کا وعدہ تھا۔ بے شک اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب یعنی جو اس کی نظر میں متقی بنتا ہے اس کو خدا تعالی ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے۔ خدا تعالی کا یہ وعدہ برحق ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالی اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا اور بڑا رحیم کریم ہے۔ جو اللہ تعالی کا بنتا ہے وہ اسے ہر ذلت سے نجات دیتا اور خود اس کا حافظ و ناصر بن جاتا ہے۔ مگر وہ جو ایک طرف دعویٰ اتقا کرتے ہیں اور دوسری طرف شاکی ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ برکات نہیں ملے۔ ان دونوں میں سے ہم کس کو سچا کہیں اور کس کو جھوٹا ؟ ۔ خدا تعالی پر ہم کبھی الزام نہیں لگا سکتے ۔ ان اللہ لا یخلف المعیاد خدا تعالی اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ ہم اس مدعی کو جھوٹا کہیں گے۔ اصل یہ ہے کہ ان کا تقوی یا ان کی اصلاح اس حد تک نہیں ہوتی کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل وقعت ہو۔ یا وہ خدا کے متقی نہیں ہوتے لوگوں کے متقی اور ریاکار انسان ہوتے ہیں۔ سو ان پر بجائے رحمت اور برکت کے لعنت کی مار ہوتی ہے جس سے سرگرداں اور مشکلات دنیا میں مبتلا رہتے ہیں۔ خدا تعالی متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنے وعدوں کا پکا اور سچا اور پورا ہے“ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں طبع ہوا